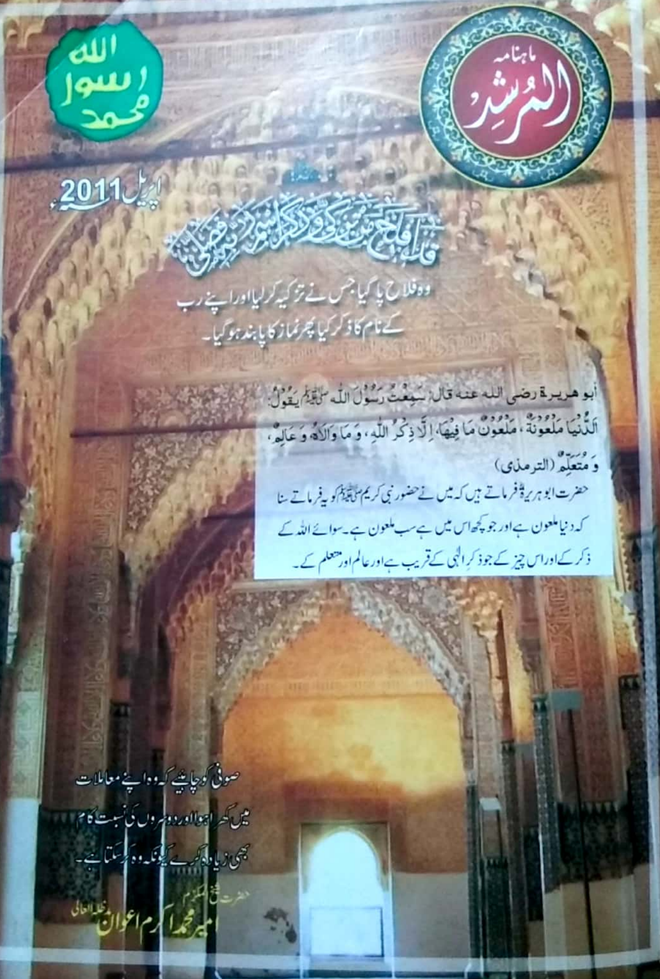

ماہنامہ

المرشد

اللہ
رسول
محمد

اپریل 2011ء

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

أبو هريرة رضى الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:
اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا، إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ، وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ، وَمُتَعَلِّمٌ (الترمذى)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے۔ سوائے اللہ کے ذکر کے اور اس چیز کے جو ذکرِ الٰہی کے قریب ہے اور عالم اور متعلم کے۔

صوفی کو چاہیے کہ وہ اپنے معاملات میں کھرا ہو اور دوسروں کی نسبت کام بھی زیادہ کرے کیونکہ وہ کر سکتا ہے۔

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

سلسلہ عالیہ کی عظمت

ایک نسبت تمام سلاسل تصوف میں ایسی ہے جس کا منبع ہیں ابوبکر صدیقؓ اور عجیب بات یہ ہے کہ منازل تصوف میں ایک خاص منزل آتی ہے، جس پر پہنچ کر اس سے آگے ہر وہ ولی چلتا ہے جسے وہ نسبت نصیب ہوتی ہے اور اگر وہ نسبت نصیب نہ ہو تو اس منزل پر جا کر تمام ترقیاں ختم ہو جاتی ہیں رک جاتی ہیں۔ اس سے آگے چلنے کے لئے صرف اور صرف وہ نسبت کارگر ہے اس نسبت کو اصطلاح تصوف میں نسبت اویسیہ کہتے ہیں، نسبت اویسیہ وہ قوت ہے کہ دل سے دل اور روح سے روح اخذ برکات کرلے۔ تو ہماری بہت بڑی اہمیت ہے ایک بہت بڑا راز اللہ نے دیا ہے، بجا طور پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، معذرت خواہانہ رویے کی ضرورت نہیں ہے ہم کوئی غلطی نہیں کر رہے، اللہ کا احسان ہے یہ اس نے ایک قوت دی ہے طاقت دی ہے اپنا احسان فرمایا ہے کہ روئے زمین کے ہر خطہ میں لوگ موجود ہیں خواہ کم یا زیادہ ساتھی ہیں لیکن اللہ کے نام کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس سلسلہ عالی سے منسلک اور انہی برکات سے مستفید ہو رہے ہیں اور انہی انوارات کو اپنے سینوں میں بسائے ہوئے ہیں اور اس سلسلہ عالیہ ہی میں طالب کی روح کو بارگاہ رسالت پناہی ﷺ میں پیش کر کے بیعت سے سرفراز کرایا جاتا ہے۔ یہ وہ نسبت ہے جس پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اللہ کے مقرب بندوں نے فیض لیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے قرآن نبی ﷺ سے سیکھا ہے اور مجھے آپ ﷺ سے روحانی نسبت ہوئی ہے۔

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ
المرشد

اپریل 2011ء ربیع الثانی / جمادی الاول
جلد نمبر 32 شمارہ نمبر 8
مدیر: محمد اجمل
سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد
قیمت فی شمارہ 25 روپے
PS/CPL#15

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
ہر کام حدود شرعی کے مطابق	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
محسن انسانیت کی آمد	ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی	11
''بعثت رحمت عالم ﷺ''	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	14
غیر مسلم شعراء کی اردو نعت گوئی	فیض الرحمٰن	21
حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	27
من الظلمات الی النور	قادر حسین	29
نبی کریم ﷺ کی معرفت اور اتباع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	32
The Attire of Piety		53
Hazrat Ji Rua's Debating Era		56

www.owaisiah.com/www.naqashbandiahowaisiah.com

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان، ڈاکخانہ نور پور، ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

انسان کی فضیلت کا سبب معرفت الٰہی ہے

انسان کو یہ استعداد اور قوت دی گئی ہے کہ وہ اللہ کی معرفت اختیار کرے۔ باقی ساری مخلوق جو تکوینی طور پر اللہ کی اطاعت کر رہی ہے اسے یہ استعداد نصیب نہیں۔ سورج ہو یا چاند، زمین ہو یا موسم اور ہوائیں حتیٰ کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی اطاعت پر کمربستہ ہے مگر اطاعت صرف حکم کی کرتے ہیں۔ حکم دیئے جاتے ہیں اور وہ بجالاتے ہیں ان کے پاس سوائے تعمیل ارشاد کے چارہ نہیں مگر اس کے باوجود حاکم کیسا ہے اور اس کی صفات کیسی کامل، اس کی ذات کیسی جمیل اور مصدر حسن و کمال ہے یہ وہ نہیں جانتے اور نہ انہیں اس کے جاننے کی طاقت ہی ملی ہے۔ یہ استعداد نبوت سے تعلق رکھتی ہے جس سے صرف انسانیت کو سرفراز فرمایا گیا ہے۔

انسان کی ذات دو حصوں میں منقسم ہے ایک میں تو اس کا حال ان سے مختلف نہیں مثلاً پیدا ہونا، مرنا، صحت و بیماری، قد کاٹھ، شکل و صورت، نر یا مادہ ہونا، امیری و غریبی، یہ سب چیزیں اس کے بس میں نہیں۔ ان کے ساتھ یہ بھی تقدیر کے دھارے میں بہتا رہتا ہے مگر اس سب کے ساتھ اسے ایک خاص ذوق جمال ودیعت ہوا ہے اور اس کی تکمیل کے لئے مختلف اشیاء کو حاصل کرنے کا اختیار بھی۔ مکان، لباس اور غذا تک میں اس کا یہ جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ جہاں اس کے سامنے دنیا کا حسن بکھیر دیا ہے وہاں اسے معرفت ذات کی استعداد بھی دی ہے اگر یہ اس کو کھو دے تو اس کی ساری طلب دنیا کے حسن کو پانے میں صرف ہوتی ہے لیکن اگر یہ اس نقصان سے بچ جائے اور اسے کوئی شمہ معرفت باری کا نصیب ہو تو پھر سارے جہان کے حسن کو اس پہ نثار کر دیتا ہے۔

اسلام شخصی اور اجتماعی سلامتی کا ضامن ہے

''اے ابن ابی قحافہ! تم اپنی کتاب اس قدر بلند آواز سے پڑھتے ہو کہ اسے سن کر ہمارے گھر والے ڈر جاتے ہیں۔ ہم تمہیں اسے پڑھنے سے تو نہیں روکتے لیکن آئندہ اتنی آواز سے پڑھو جو گھر کی چاردیواری سے باہر سنائی نہ دے۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تو اس ملکوتی کلام کو سننے کے لئے اہل محلہ اکٹھے ہو جاتے جسے دیکھتے ہوئے سردار مکہ خوفزدہ تھے کہ لوگ اس کلام سے متاثر ہو کر کہیں اسلام قبول نہ کرلیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی ہمیشہ یہی مطالبہ کیا جاتا کہ اپنی نمازوں کو اپنی ذات تک محدود رکھو لیکن ہمارے نظام سے تعرض نہ کرو۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے معاشی نظام کی بات کی کہ ناپ تول میں کمی نہ کرو تو اعتراض ہوا' کیا تمہاری نمازیں تمہیں یہی سکھاتی ہیں؟ گویا نمازوں پہ اعتراض نہ تھا کہ یہ شخصی معاملہ ہے لیکن گھر کی چاردیواری سے باہر انہیں دین کی مداخلت گوارا نہ تھی۔ تم مسلمان ہو تو گھر کے اندر لیکن گھر سے باہر اسی معاشرے کے ایک فرد اور اسی نظام کا حصہ ہو۔

دین سے خائف قوتوں اور سیکولر عناصر کا ہمیشہ یہی مؤقف رہا اور آج بھی ہے۔ نام نہاد دانشور اور آزاد خیال حضرات کی طرف سے گاہے گاہے اسی مؤقف کی بازگشت سنائی دیتی ہے لیکن اب یہی بات ایک معروف قومی رہنما کی زبان سے سننے میں آئی ہے جس کی ہر بات پر لوگوں کی بڑی تعداد لبیک کہتی ہے۔ فرمان صادر ہوا' ''تم مسلمان ہو تو گھر کے اندر ہو لیکن گھر سے باہر صرف پاکستانی ہو۔'' اس سے ملتا جلتا ایک نعرہ پہلے بھی سننے میں آیا تھا' ''سب سے پہلے پاکستان'' لیکن اس نعرہ کے خالق نے سب سے پہلے خود ہی پاکستان کو خیرباد کہتے ہوئے لندن میں بسیرا کرلیا۔ اب یہ دوسری آواز بھی لندن ہی سے سنائی دی ہے کہ ہمارا تشخص بطور مسلمان گھر کی چاردیواری تک محدود رہے لیکن جب باہر نکلیں تو ہماری پہچان صرف پاکستانی ہو اور یہی ہمارے تمام مسائل' خون خرابے اور دہشتگردی کا حل ہے۔ تعجب ہے کہ ہر خون کو اسلام کے سر تھوپ دیا جاتا ہے جبکہ اکثر وارداتوں کا اعتراف وہ گروہ کررہے ہیں جن کا تشخص محض دہشتگردی ہے' اسلام نہیں۔ اسلام تو سلامتی کا علمبردار ہے اور یہ سلامتی صرف گھر کے لئے ہی نہیں بلکہ گھر سے باہر معاشرے کے لئے بھی اتنی ہی ضروری ہے۔ ہمارے ملکی حالات کے روز افزوں بگاڑ اور فساد کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم نے اپنی اجتماعی زندگی اور اسلام کے درمیان تقلید مغرب' سرمایہ داری نظام اور نام نہاد روشن خیالی کی دیواریں حائل کررکھی ہیں اور اسلام گھر کی چاردیواری اور مسجدوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

قیام پاکستان تو اس مقصد کے لئے عمل میں آیا تھا کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں اسلام کے مطابق بسر کرسکیں۔ ہماری معیشت اسلامی ہو' ہماری معاشرت اسلامی ہو' نظام عدل اسلامی ہو' نظام ریاست اسلامی ہو اور بلاتفریق مذہب وملت یہاں ہر غیر مسلم کو وہ حقوق حاصل ہوں' اسلام جن کی ضمانت دیتا ہے اور یہ صرف اسی صورت ممکن ہے جب ہر مسلمان گھر کی چاردیواری سے باہر بھی بطور مسلمان اپنے تشخص کی پاسداری کرے۔ ہم گھر کے اندر بھی مسلمان ہیں اور گھر سے باہر بھی مسلمان اور جہاں بھی ہیں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ فساد وہاں برپا ہوتا ہے جہاں فرقہ واریت ہمارا تشخص بن جائے' ہم علاقائی اور لسانی اکائیوں میں بٹ جائیں اور بطور مسلمان ہماری پہچان پر مسلک اور فرقوں کی تقسیم در تقسیم غالب آجائے۔ باہمی اخوت کے لئے ضروری ہے کہ ان جزوی پہچانوں کی بجائے ہمارا تشخص بطور مسلمان گھر سے باہر ہماری عملی زندگی میں بھی غالب رہے۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

- گردِ سفر
- نشانِ منزل
- کون سی ایسی بات ہوئی ہے
- سوچ سمندر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

دیدہ ور

وہ گفتگو کرتے ہیں تو کوئی جانی پہچانی آرزو ان کے لفظوں کی آنکھوں میں رقص کرتی ہے۔ یہ رقص جب رقص نیم بسمل بنتا ہے تو شاعری بن جاتی ہے۔ ملک صاحب کی پر کشش اور پراسرار شخصیت پر جلال بھی ہے۔ ایسے میں سوز و گداز بھی ایک راز کی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ وہ خوابوں کی تعبیر بیان کرتے ہیں تو جیسے اس جہان کے اندر ایک اور جہان تعمیر کر رہے ہوں وہ تصور کو تصویر کرتے ہیں مگر جیسے تصور کو بھی بیان کر رہے ہوں جیسے تقدیر بیان کر رہے ہوں۔ بیقراریوں اور سرشاریوں کی سب جھلکیاں ان کی شاعری میں جھلملاتی نہیں...... چھب دکھا کر چلی جاتی ہیں۔

عشقِ بے خود

دیکھنے تجھ کو گئے درباں سے پالا پڑ گیا
دید کا ارماں جواں ہونے سے پہلے مر گیا

دید کی حسرت کا مرنا کتنا حسرتناک تھا
لفظ حسرت کو یہ منظر پانی پانی کر گیا

چھوڑ دینے کو تھا سرچوکھٹ پہ تیری ایک دن
عشقِ بے خود تیری بدنامی سے آخر ڈر گیا

کہہ رہا تھا تیرا افسانہ نزع کے وقت بھی
جاتے جاتے موت سے بھی تیری باتیں کر گیا

تو اسے بھولا ہے لیکن دیکھ اس کو بھی ذرا
زندگی کے سارے نغمے نام تیرے کر گیا

نیم وا آنکھیں کفن میں اس کی دیتی تھیں پیام
اب تو آ تجھ کو بلانے کے لئے میں مر گیا

کیا عجب بندہ تھا وہ سیمابؔ جس کا نام تھا
بے وفا کے نام پر کتنی وفائیں کر گیا

اقوالِ شیخ

1۔ اسلام میں علم کا مقصد ہے تحقیق و تطبیق۔ چیزوں کو سمجھنا۔ ان کے بارے میں معلومات اکٹھا کرنا۔ ان کے فوائد ونقصانات سے آگاہ ہونا اور اپنے عہد پر ان کو منطبق کرنا۔

2۔ دینی علوم میں تحقیق و تطبیق کا مطلب ہے عقائد ونظریات، اعمال وکردار میں کہاں اللہ کی پسند ہے اور کہاں شیطان کا عمل دخل ہے۔ ان امور کو جاننا، سمجھنا، یاد رکھنا اور بدلتے حالات کی ضروریات کے ساتھ دینی احکام کو کس طرح منطبق کیا جائے اسے اجتہاد کہتے ہیں۔

3۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن جھوٹ سننا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔

4۔ حرام کو حرام نہ سمجھنا کفر ہے۔ حرام کو حلال سمجھنا بھی کفر ہے اور حلال کو حرام جاننا بھی کفر ہے۔

5۔ قوموں پر جب عذاب آیا تو ان میں سب سے بڑی خرابی یہی تھی کہ جن لوگوں کا کام راہنمائی کرنا تھا وہ راہزنی پر اتر آئے۔ جن کا کام راستہ دکھانا تھا وہ راستہ بھٹکانے لگے۔ یہ عذاب الٰہی کی ایک صورت ہے۔

6۔ انقلابات جب آتے ہیں تو اس کے آثار واثرات ہر انسان کو اپنے اندر نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

ذکر لسانی سارا دن بھی کیا جائے تو جب بھی نیند آئے گی یا کسی اور کام کے لیے زبان استعمال ہوگی تو ذکر منقطع ہو جائے گا۔ یہی حال عملی ذکر کا بھی ہے جب بھی عمل ختم ہوگا اس میں انقطاع آجائے گا تو عملاً ذکر دوام نہ رہا۔ اس لیے اللہ کریم زور دے رہے ہیں کہ اللہ کو اپنے دل میں یاد کرو اس لیے کہ صرف دل ہے جو شکم مادر سے دھڑکنا شروع کرتا ہے اور قبر کے کنارے تک دھڑکتا رہتا ہے۔

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے، چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ اوپر دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ماہانہ اجتماع

ہر کام حدودِ شرعی کے مطابق

مارچ 2011ء

امیر المکرم امیر محمد اکرم اعوان، دارالعرفان چکوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کریم کا احسان ہے اس نے اپنی یاد کے لیے اپنے نام کے لیے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں صرف دو باتیں مختصراً عرض کرنا چاہوں گا۔

پچھلے اجتماع پر ضرورت ذکر اور کثرت ذکر کے بارے بات ہوئی تھی اس میں ایک بات بڑی غلط طور پر معروف ہو چکی ہے کہ ذاکرین اور صوفی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کام نہیں کرتے گویا یہ نکمے ہوتے ہیں۔ اس میں زیادہ دخل ان لوگوں کے طرز عمل کو ہے جنہیں تصوف آتا نہیں، کہیں سے حاصل نہیں کیا، سیکھا نہیں اور محض حلیئے بنا بنا کر، برقعے پہن کر اور طرح طرح کے لباس بنا کر، پہن کر اپنے آپ کو صوفی ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ یقیناً نکمے ہوتے ہیں۔ لیکن جسے حقیقی ذکر قلبی خفی نصیب ہو، مراقبات نصیب ہوں وہ شخص ہر شعبۂ زندگی میں غیر صوفی کی نسبت زیادہ فعال ہوتا ہے۔ اس کی بہترین مثال خیر القرون ہے۔ سب سے اعلیٰ درجے کے صوفی، ذاکر صحابہ کرامؓ تھے جن کے بارے قرآن گواہی دیتا ہے۔ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ (الزمر: 23) کہ ان کے بدن کا رواں رواں نہاں خانہ دل سے لیکر کھال تک ذاکر تھا۔ آپ دیکھ لیجئے کہ دنیا کا کون سا کام ہے جو انہوں نے نہیں کیا۔

حضور رسالت مآب ﷺ ساری انسانیت کے لیے مبعوث ہوئے تھے لیکن آپ ﷺ بنفس نفیس جزیرہ نمائے عرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے۔ کچھ سلاطین کو آپ ﷺ نے دعوت نامے بھیجے تھے۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ ذمہ داری خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کے کندھوں پہ آ گئی تو تیئس برس میں نزول قرآن مکمل ہوا اور جزیرہ نمائے عرب فتح ہو کر اسلامی ریاست بن گیا۔ وصال نبوی ﷺ کے تیئس برس بعد معلوم دنیا کے تین حصوں پر اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔ آپ دیکھئے ان کی فتوحات، ان کی تبلیغ، ان کا دین کو لے کر پھیلنا کہ چائنہ سے افریقہ تک اور ہندوستان سے ہسپانیہ تک ایک ریاست بن چکی تھی جو تاریخ انسانی میں واحد ریاست تھی تو ان لوگوں نے کتنا بڑا کام کیا۔ یہ تین زمانے جو ہیں صحابہؓ کا، تابعینؒ کا اور تبع تابعینؒ کا حضور ﷺ فرماتے ہیں یہ بہترین زمانے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنے صحابہؓ تھے سارے ذاکر تھے، جتنے تابعینؒ تھے سب کے دل بھی، وجود بھی ذاکر تھے۔ جتنے تبع تابعینؒ تھے سب کے قلوب بھی، دل بھی ذاکر تھے اور انہی حضرات نے عملی زندگی میں سب سے زیادہ کام کیا۔ آپ اگر جائزہ لیں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ دنیا کے کاموں میں بھی کافر کی نسبت مومن کو زیادہ شعور ہوتا ہے۔ دنیا کا کوئی کام سیکھنے کے لیے اگر کافر کو سال چاہیے تو مومن شاید مہینے دو مہینے میں وہ کام سیکھ لیتا ہے۔ کام کرنے میں بھی اتنا ہی فرق ہوتا ہے۔ عام مسلمان سے ذاکر زیادہ باشعور ہوتا ہے۔ اس کی صلاحیتیں زیادہ چمک جاتی ہیں، شفاف ہو

جاتی ہیں۔ بات سمجھنے اور کام سیکھنے اور کام کرنے میں وہ اس لیے زیادہ مستعد ہوتا ہے کہ اللہ کریم اس کے کام میں بھی برکت دیتے ہیں اور اس کے وقت میں بھی برکت دیتے ہیں۔ تو یہ برکات مل کر صوفی کو زیادہ کام کرنے والا بنا دیتی ہیں۔ وقت میں برکت یہ ہوتی ہے کہ وقت تھوڑا ہوتا ہے لیکن کام بہت سا ہو جاتا ہے۔ جو پانچ دنوں میں ہو جانے کا کام تھا وہ ایک دن میں ہو جاتا ہے۔ کام میں برکت یہ ہوتی ہے کہ جس کام کے نتائج 80 فیصد ہوتے تھے وہ سو فیصد ہو جاتے ہیں۔ محنت تھوڑی ہوتی ہے نتائج زیادہ ہوتے ہیں اور یہ دونوں نعمتیں صوفی کو حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ اسے صحیح طریق تصوف آتا ہو۔ کسی صحیح حقیقی شیخ کے ساتھ تعلق ہو، انوارات قلبی اور مراقبات نصیب ہوں تو استعداد کار بڑھ جاتی ہے اور دوسروں کی نسبت زیادہ کام کرتا ہے لیکن غلط کام نہیں کرتا۔ اگر کارکردگی کی یہ رپورٹ بنائی جائے کہ بے حیائی میں، برائی میں، جھوٹ بولنے میں، لوگوں کو دھوکا دینے میں تو اس طرف وہ نہیں جاتا۔ تو اس غلط فہمی میں نہ رہیے بلکہ کام کرنا اور حضور ﷺ کی شریعت کے مطابق کرنا ہی حقیقی عبادت ہے۔

عبادات دو طرح کی ہیں۔ ایک عبادت ہے جو فرائض ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ یہ عبادات ہیں جو ہم پر فرض کی گئی ہیں لیکن یہ ہماری ذات کے لیے ہیں۔ فرائض ادا کرنے سے تعلق باللہ استوار ہوتا ہے، اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور اس بندے کی زندگی میں، اس کے کردار میں، اس کے تمام امور میں برکت ہوتی ہے۔ لیکن یہ اس فرد کے لیے، اس ایک فرد کے لیے ہوتی ہے۔ دوسری عبادت یہ ہے کہ عملی امور میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی عملی اطاعت کی جائے۔ وہ اس حد تک ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ارشادِ عالی کا مفہوم ہے کہ مومن جو روٹی کپڑا یا نان ونفقہ اپنے بیوی بچوں کو دیتا ہے وہ بھی صدقہ ہے، اس کا بھی ثواب ہے۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ یہ تو اس کی ذمہ داری تھی، نان ونفقہ تو اس کے ذمہ تھا تو فرمایا جو چیز اللہ کی طرف سے مقرر ہو جائے اسے پورا کرنا ہی تو عبادت ہے۔ یہی تو عبادت ہے کہ اللہ نے جو کام کرنے کا حکم دیا ہے وہ کام کیا جائے۔ تو یہ جو عملی عبادت ہے حلال رزق کمانا، جائز طریق پر خرچ کرنا، سچ بولنا، جھوٹ سے بچنا، دھوکہ نہ دینا، صداقت پر رہنا، لین دین میں تجارت اصولوں پر کرنا، ناپ تول پورا کرنا بات کرنے میں اخلاقیات کو ہاتھ سے نہ جانے دینا یہ وہ عبادتیں ہیں جن کا تعلق ایک فرد سے نہیں عامۃ الناس سے ہے۔ جو عبادتیں ہم پر فرض ہیں ان کا تعلق ہماری ذات سے ہے۔ جو اطاعتِ پیغمبر ﷺ ہم معاملات میں کرتے ہیں اس کا تعلق افرادِ انسانی سے ہے تو اس کا ثواب اس سے بڑھ جاتا ہے۔ اس کے درجات اس سے بڑھ جاتے ہیں۔ لہٰذا صوفی کو چاہیے کہ وہ اپنے معاملات میں کھرا بھی ہو اور دوسروں کی نسبت کام زیادہ کرے چونکہ وہ کر سکتا ہے۔

دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ دیکھا یہ گیا ہے کہ ساتھیوں کو جب یہاں ذکر کرایا جاتا ہے تو تھوڑا سا وقت مراقبات کرائے جاتے ہیں۔ پندرہ بیس منٹ زیادہ سے زیادہ لطائف پہ لگ گئے، پندرہ بیس منٹ مراقبات پہ لگ گئے۔ آدھے گھنٹے کا ذکر ہو گیا، پینتالیس منٹ کا ذکر ہو گیا۔ یہ ذکر جو کرایا جاتا ہے یہ سکھانے کے لئے ہے۔ اب بچہ سکول میں چھ گھنٹے استاد کے پاس ہوتا ہے اور اٹھارہ گھنٹے وہ گھر میں یا والدین کے پاس ہوتا ہے۔ اگر وہ انہی چھ گھنٹوں پہ بس کر جائے اور باقی اٹھارہ گھنٹے اپنے پڑھے لکھے کی دہرائی نہ کرے تو پھر اسے کچھ نہیں آتا جاتا۔ احباب کے مراقبات کو وقت دینے کے بارے اگر میں یہ کہوں کہ وہ مراقبات نہیں کرتے تو شاید یہ صحیح ہوگا۔ جب گھر بھی ذکر کرتے ہیں تو اتنا ہی وقت دیتے ہیں وہ بھی اگر کوئی باقاعدگی سے کرتا ہے۔ اول تو یہ ہوتا ہے کہ جب گھر جاتے ہیں تو فرصت ملی تو کرلیں گے، صبح

فرصت نہیں ملی رات کرلیں گے اس طرح چلتا ہے۔ کبھی کرلیا کبھی رہ گیا، بالخصوص مراقبات پہ وقت بہت کم لگتا ہے۔ مجھے اس کا تجربہ ایسے کچھ احباب سے ہوا جو اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو بڑی عجیب بات مشاہدے میں آئی کہ ایک شخص کے مراقبات زندگی میں تو سالک المجذوبی تک تھے بعد وفات دیکھا تو اقربیت پہ کھڑے ہیں۔ پوچھا کیا ہوا؟ آپ کے مراقبات تو سالک المجذوبی تک تھے۔ کہنے لگے جی تھے لیکن اب میں وہاں نہیں جاسکتا۔ کیوں؟ کس نے روکا؟ جی روح میں قوتِ پرواز نہیں ہے۔ یہاں تک آتے آتے ختم ہوجاتا ہوں یہاں سے آگے نہیں جاسکتا۔ اور ایسا ایک بار نہیں متعدد بار مجھے یہ تجربہ ہوا ہے تو پھر میں نے دیکھا واقعی احباب مراقبات پہ وقت نہیں لگاتے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ مراقبات نوافل سے افضل ہیں اور مراقبات پر الگ سے وقت لگانا چاہیے۔ اگر فرصت ہو تو گھنٹوں لگانے چاہیں اور روزانہ لگانے چاہیں۔ چونکہ جب تک مراقبات مضبوط نہیں ہونگے روح میں قوتِ پرواز نہیں رہے گی۔ شیخ کی صحبت میں مراقبات کرلینا ایک اور بات ہے لیکن جب بندہ الگ ہوتا ہے اور دنیا ہی سے چلا جاتا ہے تو اس کے پاس وہی ہوتا ہے جو اس نے خود کمایا۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ ان لوگوں کے پاس وہی کچھ ہے جو انہوں نے کمایا۔ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ (البقرہ: 141) تمھارے پاس بھی وہی ہوگا جو تم نے کمایا۔ شیخ کی مجلس دریا کی مانند ہوتی ہے، سمندر کی مانند ہوتی ہے۔ اس میں جب بندہ اتر جاتا ہے تو ہر طرف پانی ہی پانی اس کے پاس ہوتا ہے، کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن جب دریا کے پار اترتا ہے تو صرف بھیگے کپڑے رہ جاتے ہیں پانی نہیں ہوتا اس کے پاس۔ ہاں! اگر کسی نے کوئی برتن لے لیا اور اس میں پانی لے لیا تو اس برتن سمیت اس دریا کے پار اترا تو پھر ایک حصہ وہ لے جاتا ہے۔ یہ مراقبات جو ہیں یہ وہ برتن ہیں، یہ قوت کار پیدا کرتے ہیں۔ برکات، قلب کے، دل کے برتن کو صاف بھی کرتی ہیں اور جتنے انوارات آتے جائیں دل کو بڑا بھی کرتی جاتی ہیں۔ دراصل یہ شعر صوفیوں پہ ہی صادق آتا ہے۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پہ قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

جتنا آپ مراقبہ کریں گے اتنی قلب میں استعداد بڑھتی جائے گی۔ جتنی استعداد بڑھتی جائے گی اتنے اس میں انوارات آئیں گے۔ جتنے انوارات اس میں ہوں گے اتنی روح میں قوت پرواز آئے گی۔ تو میں یہ تاکیداً عرض کرنا چاہتا ہوں جہاں تک آپ کے مراقبات ہیں جہاں تک آپ کی روح پرواز کرتی ہے وہاں تک باقاعدہ اس پہ وقت لگایئے اور یہ اندازہ کیجئے کہ چوبیس گھنٹوں میں اسے کتنا وقت آپ نے دیا ہے؟ جب ہم لطائف کرتے تھے حضرتؒ کے ساتھ تو عام جماعت نہیں تھی، چار پانچ ساتھی ہوتے تھے وہ بڑے خوش نصیب تھے جنہیں موقع مل جاتا تھا تو بغیر ضرورت کے بازار آنے جانے پر پابندی ہوتی تھی۔ بازار سے کوئی چیز خرید کر کھانے پر پابندی ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ حکم یہ تھا کہ باجماعت نماز، فرائض باجماعت پڑھو اور اپنی سنتیں الگ جا کر پڑھو لوگوں میں کھڑے نہ رہو کہ لطائف پر ان کی نحوست آتی ہے اور جو محنت کرتے ہو وہ ضائع ہوجاتی ہے۔ یہ پابندیاں چونکہ مشکل ہیں، جماعت جب عوام میں پھیلتی ہے تو ہر ایک کے لیے ایسا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا ان میں سے کوئی پابندی لگائی تو نہیں جاتی لیکن ازخود ان کا خیال رکھا جائے تو بہتر ہے پھر آدمی یہ بھی دیکھے کہ ہم ذکر کتنا وقت کرتے ہیں اور اس عالمِ خرافات میں کتنا وقت گزارتے ہیں؟ کتنے جھوٹ سنتے ہیں؟ جھوٹ بولنا بڑا جرم ہے، لیکن جھوٹ سننا بھی بہت بڑا جرم ہے۔ یہودیوں پر جب فردِ جرم عائد کی گئی تو اس میں دو جرائم تھے۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (المائدہ: 42)

جھوٹ سنتے ہیں حرام کھاتے ہیں۔ ناجائز طریقے سے لوگوں کا پیسہ کھا جاتے ہیں اور دوسرا جرم یہ تھا کہ جھوٹ سنتے ہیں۔ تو میرے خیال میں ہمارے لیے مقام غور ہے کہ اگر ہم بازار نہ جائیں اور اگر ہم لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر جھوٹ نہ سنیں تو ایک یہ جو ٹی وی ہر کمرے میں پڑا ہے اسی کا جھوٹ کافی ہے۔ دن رات یہ جہان بھر کے جھوٹ سناتا رہتا ہے۔ نہ کسی پر الزام تراشی سے چوکتا ہے نہ جھوٹ بولنے سے چوکتا ہے۔ اس کام کے لیے یہی ایک کافی ہے۔ تو جب آپ آدھا گھنٹہ، پندرہ منٹ مراقبات پہ لگائیں گے اور باقی ساڑھے تئیس گھنٹے اس عہد حاضر کی خرافات میں گزاریں گے تو روح میں قوتِ پرواز کہاں سے آئے گی؟ پھر آپ اس خیال سے مطمئن رہتے ہیں کہ کوئی نہیں میں جب آنکھ بند کرتا ہوں خیال کرتا ہوں، روح میرے آخری مراقبات تک چلی جاتی ہے، تو یہ اور بات ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ آپ دریا کے اندر ہیں جب اس کنارے پر نکلیں گے تو پھر پتہ چلے گا کہ روح میں قوت پرواز کتنی ہے۔

یہ مجھے اچھے اچھے دوستوں سے تجربہ ہوا۔ میں پریشان ہوا تو پتہ چلا مراقبات پہ وہ توجہ نہیں تھی اور روح میں وہ قوت پرواز پیدا نہیں ہوسکی۔ اس دنیا میں کسی کے پاس کوئی بھی کمال ہو تو کوئی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ برزخ میں قدم رکھے تو اس کے پاس کتنا سرمایہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب یہاں سے نکلے اور برزخ میں قدم رکھے تو پتہ چلے کہ اس کے پاس کتنا سرمایہ ہے۔ صوفیوں کو رعائتیں بھی بہت ملتی ہیں۔ اللہ کا بڑا احسان ہے، توفیق ذکر دے دیتا ہے لیکن ایک اصول ہے کہ آپ ایک وقت کھانا کھاتے ہیں تو ظاہر ہے ایک ہی وقت کے کھانے کی طاقت آئے گی۔ کوئی تین وقت کھاتا ہے صبح، دوپہر، شام تو تین وقت کی آئے گی جو اس کا منطقی نتیجہ ہے وہ تو مختلف ہوگا۔ آپ صحت مند صاف ستھرا کھاتے ہیں، صحت ٹھیک رہے گی۔ آپ اچھا نہیں کھاتے خراب کھاتے ہیں تو صحت خراب ہو جائے گی تو یہ خیال رکھیں کہ جب دریا کے پار اتروں تو میرے پاس کچھ ہونا چاہیے۔ زندگی کا بھروسہ نہیں ہے اور اللہ کریم نے یہ آسانی کر دی ہے کہ ہم پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ دنیا کا ہر کام کریں لیکن یہ دیکھ کر کریں کہ حلال اور جائز ہے۔ ہر بندے سے ملیں، شرعی حدود کے اندر کاروبار کریں، تجارت کریں، ملازمت کریں اس کے ساتھ مراقبات بھی نصیب ہوں لیکن یہ ضرور دیکھئے ہر بندہ اپنے مراقبات کی نسبت نکالے کہ چوبیس گھنٹوں میں، میں نے مراقبات کو کتنا وقت دیا ہے؟ جب یہ نکالیں گے تو آپ کو پتہ چل جائے گا۔ کم از کم چوبیس گھنٹوں میں بندہ ایک گھنٹہ بھی مراقبات کرے تو چوبیسواں حصہ اس نے دیا تو کیا دیا؟ تو مجھے یہی وہ دو باتیں عرض کرنا تھیں۔ ایک یہ کہ دنیا کا ہر کام کریں لیکن اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کے حکم کے مطابق، حضور ﷺ کی سنت کی مطابق کریں اور مراقبات پر خصوصاً اہتمام کر کے وقت لگائیں۔ یہ مشکل لگتا ہے، خیالات بھٹک جاتے ہیں، سوچیں آجاتی ہیں۔ جب خیالات بھٹکتے ہیں، سوچیں آتی ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی روح میں جو قوت پرواز ہے وہ کم ہے، اس طرف توجہ کی قوت کم ہے اس لیے یہ خیالات آرہے ہیں۔ جب یہ قوت بڑھ جاتی ہے تو یہ سوچیں دب جاتی ہیں خیالات چھٹ جاتے ہیں۔ یہ ایک معیار ہے ہر بندہ اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے۔

تو یہ میری گزارش ہے کہ مراقبات پہ خصوصی توجہ دیں اور الگ سے وقت لگایا کریں۔ یہ محنت آپ کو برزخ میں، آخرت میں، حشر میں کام آئے گی۔ اللہ کریم سب کو بہتر اجر عطا فرمائے اور سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد انسانیت پر احسانِ عظیم

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انسانیت پر بے شمار احسانات ہیں ۔محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم فلاحی انقلاب، معاشرتی انقلاب ، معاشی انقلاب، سیاسی انقلاب، اخلاقی انقلاب،فکری انقلاب، روحانی انقلاب، علمی انقلاب اور عدل وانصاف کا انقلاب لائے ۔محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم، معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم، مصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لئے انسانِ کامل اور ناشرِ حکمت بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ سورۃ الاحزاب کی آیات نمبر 45-46 میں ارشادِ ربانی ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾
وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿٤٦﴾

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً ہم نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا' خوشخبریاں سنانے والا' آگاہ کرنے والا بھیجا ہے اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔''

انسانیت پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات تو ان گنت ہیں مگر ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو:

(۱) توحید کا نظریہ:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو توحید کی نعمت عطا فرمائی۔ اجرامِ فلکی اور بتوں کی پوجا اور تثلیث وغیرہ کے نظریے سے نجات دلائی - ہندومت میں خداؤں کی تعداد 33 کروڑ اور جاپان کے مذہب شنٹوازم میں ۴۸ کروڑ ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی کتاب:

Reconstruction of Religious Thought in Islam

میں تحریر کیا ہے کہ عقیدہ توحید اسلام کا ایک مسلّم اصول ہے جو دائمی نظریہ ہے۔محسنِ انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا درسِ اول دیا جو سورۃ اخلاص کے علاوہ قرآن میں بے شمار مقامات میں درج ہے۔

(۲) مطالعہ کائنات کا حکم:

معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ترمذی (کتاب العلم) میں ارشادِ گرامی ہے:

الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھواحق بھا

''حکمت تو مومن کی گم شدہ میراث ہے جسے جہاں تو پائے حاصل کرلے'' کے مصداق مسلمانوں نے علوم وفنون اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی حاصل کی۔صُفّہ نظامِ تعلیم سے علم وفن کی کرنیں پھوٹیں اور رازی' ابن رشد'امام سرخسی' کندی' ابن الہیثم اور ابن العوام جیسے اکابرین اور اہلِ فکرو دانش پیدا ہوئے۔قرآن نے سائنسی علوم اور نظامِ کائنات میں غور وفکر کا حکم دیا۔ Morris Bucaille اپنی شہرہ آفاق کتاب The Bible, The Quran and Science میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ قرآن نے سائنسی علوم اور جدید ٹیکنالوجی سے متعلقہ علوم کے مطالعہ کی ترغیب دی - یہ انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔

(۳) علوم کی ترویج:

الجبرا مسلمانوں نے متعارف کروایا۔ یہ حضورِ اکرم ﷺ کا علمی فیض تھا جس کی وجہ سے بے شمار علوم مثلاً علمِ تفسیر، علمِ حدیث، طب، فلکیات، معاشیات، علمِ سیاحت، جغرافیہ، علمِ آثارِ قدیمہ، علم الجبر، علمِ عمرانیات وغیرہ میں مسلمانوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دے کر انسانیت پر عظیم احسانات کئے۔ فلپ۔ کے۔ ہٹی نے اپنی کتاب History of the Arabs میں مسلمانوں کے ان کارناموں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جان ڈریپر نے بھی اپنی کتاب A History of the Intellectual Europe میں تحریر کیا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کی وجہ سے یورپ میں تحریک احیائے علوم پیدا ہوئی۔ اس حقیقت کو Robert Briffault نے بھی اپنی کتاب The Making of Humanity میں تسلیم کیا ہے۔

(۴) سیاسی انقلاب:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت کا نظام قائم فرمایا۔ بقول علامہ اقبال: یہ جمہوریت روحانی جمہوریت ہے۔ اس شورائی نظام کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۰ میں ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

علامہ مودودیؒ اپنی تصنیف 'اسلامی ریاست' میں رقمطراز ہیں: "اس نظام میں اقتدارِ اعلیٰ کا مرکز اللہ کی ذات ہے۔" اگر یہ نظامِ جمہوریت رائج ہو تو دنیا کے مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔

(۵) حقوقِ نسواں کا تحفظ:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین پر عظیم احسانات فرمائے۔ سورۃ تکویر کی آیت نمبر ۹ میں ان کے زندہ درگور ہونے کا ذکر ہے۔ اسلام نے بچیوں کو زندہ درگور ہونے سے بچالیا اور انہیں معاشی، معاشرتی اور قانونی تحفظ دیا۔ اسلام نے خواتین کو بے شمار حقوق عطا فرمائے جن کا تحفظ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مثلاً تعلیم کا حق، جائیداد کا حق، کفالت عامہ کا حق اور بے شمار عائلی حقوق۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنی کتاب 'پردہ' میں لکھتے ہیں کہ اسلام نے خواتین پر صرف چند پابندیاں عائد کیں مثلاً فتنۂ آواز پر پابندی، فتنۂ خوشبو پر پابندی اور فتنۂ عریانی پر پابندی۔

(۶) غلامی کا خاتمہ اور پیغامِ حریت:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلامی کا خاتمہ فرما کر انسانیت پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ قرآن حکیم کی سورۃ البلد اور دیگر مقامات پر غلامی کے خاتمے کا اعلان ہے۔ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق غلامی کا ادارہ اٹھارہویں صدی کے اختتام تک یورپ، چین اور روس میں بھی قائم رہا۔ حضورِ اکرم ﷺ غلاموں کی آزادی کے نقیب بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ اسلام اقتصادی غلامی سے بھی انسان کو آزاد کرتا ہے۔ اگر اسلام کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو آئی۔ایم۔ایف اور ورلڈ بنک کی غلامی سے بھی نجات مل جائے۔

(۷) معاشرتی اصلاحات:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار معاشرتی اصلاحات کے ذریعے انسانی معاشرے کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ بدعتوں، خرافات، اوہام اور فضول رسموں کو ختم فرمایا۔ آپ ﷺ نے

خاندان کے ادارے، تعلیمی اداروں اور دیگر معاشرتی اداروں کی اصلاح فرمائی اور ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل فرمایا- ماں، باپ، رشتہ داروں، پڑوسیوں، انسانوں اور حتیٰ کہ حیوانات کے حقوق مقرر فرمائے-

آپ ﷺ نے معاشرے کو ہر لحاظ سے پاک کیا- حضور ﷺ نے یہ کام اپنے دورِ مبارکہ میں سرانجام فرمایا- پھر خلفائے راشدینؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کردہ مثالی معاشرے کو اور زیادہ مستحکم فرمایا- دی آکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا آف دی ماڈرن اسلامک ورلڈ جلد سوم کے مطابق:

"Islam has a much better record than other civilisations particularly the West" (page.112).

میثاقِ مدینہ کے ذریعے ذمیوں کے حقوق کی پاسداری کی گئی- بقول منٹگمری واٹ:

"This treaty helped to maintain peace in the oasis"

اس معاہدے کے ذریعے صحرائے عرب میں امن قائم ہوا-

(۸) معاشی اصلاحات:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مکمل معاشی نظام کے ذریعے سے ایک فلاحی ریاست قائم فرمائی-

(۹) اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقلیتوں کو مذہبی آزادی بھی عطا فرمائی اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا-

(۱۰) امنِ عالم کا قیام:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور عظیم احسان قیامِ امن ہے- آپ ﷺ نے معاشرے میں عدیم المثال عدالتی نظام اور احتساب کے ذریعے امن قائم فرمایا- حدود وتعزیرات اور نظامِ قصاص و دیت سے جرائم کو ختم کیا گیا- جہاد سے انسانی ظلم کو ختم کیا اور معاشرے میں امن قائم فرمایا- اسلام نام ہی سلامتی کا ہے- حضورِ اکرمؐ نے غزوات کے ذریعے امن قائم فرمایا- آج بھی کشمیر، بوسنیا، چیچنیا، صومالیہ، مشرقِ وسطیٰ اور الجزائر وغیرہ میں امن قائم ہوسکتا ہے اگر امتِ مسلمہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات عالیہ پر عمل پیرا ہو-

(۱۱) انسانی بنیادی حقوق کا تحفظ:

انسانی بنیادی حقوق کی تاریخ میگنا کارٹا (1215ء) سے شروع ہوتی ہے- اقوامِ متحدہ کا انسانی بنیادی حقوق کا اعلان (1948) انسانی بنیادی حقوق میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے ۱۴۰۰ سال پہلے انسانیت کو بنیادی حقوق عطا فرمائے- زندگی کا حق، عزت و مال کا حق، خواتین کے حقوق، غلاموں کے حقوق، حریت کا حق اور بے شمار بنیادی حقوق انسانیت کو ملے- بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ: خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا منشورِ اوّل ہے-

بقول عبدالحمید صدیقی: اس مبارک خطبے میں امن کا پیغام ہے- حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! آپ کا رب ایک ہے اور آپ کا جدِ اول ایک ہے-''

محسنِ انسانیت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی مساوات، وحدتِ انسانی اور شرفِ انسانی جیسے عظیم تصورات انسانیت کو عطا فرمائے- اس دنیا میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد انسانیت پر اللہ کا ایک احسانِ عظیم ہے-

بعثت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم

خطاب شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی   بتاریخ: 18-02-2011

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران: 164)

ان آیات مبارکہ کا عام فہم مفہوم عرض کئے دیتا ہوں۔ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان فرمایا جب اس نے ان میں سے اپنا رسول ﷺ مبعوث فرمایا جو انہیں تلاوت آیات سے آگاہ فرماتے ہیں، انہیں پاک کرتے ہیں، ان کا تزکیہ فرماتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس سے پہلے تمام لوگ واضح اور کھلی گمراہی میں تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی ذات مخلوق میں بے مثال ہے بلکہ ذات اقدس ﷺ، اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان رابطے کی واحد کڑی ہے۔ تمام انبیاء کو جو انعامات نصیب ہوئے اس میں بھی واسطہ حضور اکرم ﷺ ہی ہیں۔ اور ساری مخلوق کو جو نعمتیں تقسیم ہوتی رہی ہیں، ہو رہی ہیں اور ہوں گی، ازل سے لے کر قیام قیامت تک اور قیامت کے بعد مومنوں میں جو نعمتیں تقسیم ہوں گی ان سب کا واسطہ اور ذریعہ نبی کریم ﷺ کی ذات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:107) عالمین میں اللہ کی ذات کے علاوہ ساری مخلوق ہے۔ عرش بھی مخلوق ہے، آسمان بھی مخلوق ہے جو کچھ زمین میں ہے، ستاروں میں ہے، سیاروں پر ہے، آسمانوں پر ہے، عرش میں ہے، نوری ہے یا مادی، کسی بھی طرح کی کوئی مخلوق ہے سب تخلیقات باری ہیں۔ ساری مخلوق کو دینوی برکات، دنیوی زندگی، عدم سے وجود، وجود میں مختلف خصوصیات، مختلف نعمتیں یہ سب کچھ جو اللہ کی طرف سے عطا ہو رہا ہے اس میں واسطہ ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔

جہاں تک آپ ﷺ کے ذکر خیر کا تعلق ہے تو حضور ﷺ کی ذات سے وابستہ کسی بھی پہلو کا ذکر کرنا بہت محبوب، محمود اور مقبول ہے۔ آپ ﷺ کی ذات والاصفات کا ذکر ہو، وجود عالی کا ذکر ہو، آپ ﷺ کے متعلقین کا ذکر ہو، ازواج مطہراتؓ کا ہو، صحابہ کرامؓ کا ہو، اہل بیتؓ اطہار کا ہو، حضور ﷺ کے ملک کا ہو، حضور ﷺ کی زبان حق ترجمان کا ذکر ہو، عرب کا ہو، عربی کا ہو، حضور ﷺ کے خاندان کا ہو کسی بھی وسیلے سے حضور اکرم ﷺ کا ذکر کرنا انتہائی نعمت ہے۔ یہ بڑی سعادت ہے کہ کسی کو حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کرنا نصیب ہو جائے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں نے وظائف کے لئے کچھ وقت مختص کر لیا ہے جس میں، میں صرف وظیفے پڑھتا ہوں اور اس وقت کی تقسیم میں نے یوں کی ہے کہ تین حصے تو میں دوسرے وظائف، تسبیحات، تلاوت کرتا ہوں اور ایک حصہ درود شریف پڑھا کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر درود زیادہ کر لو تو بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پھر میں آدھا وقت درود شریف پڑھوں گا اور آدھا وقت باقی وظائف۔ فرمایا، درود اور زیادہ کر لو۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں سارے وقت کے تین حصے درود شریف پڑھوں گا اور ایک حصہ دوسرے

وظائف تو فرمایا اور زیادہ کرلو۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں سارے وقت کے تین حصے درود شریف پڑھوں گا اور ایک حصہ دوسرے وظائف تو فرمایا اور زیادہ کرلو۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ تو کیا میں سارا وقت درود شریف ہی نہ پڑھتا رہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم ایسا کروگے تو دنیا و آخرت کی ساری نعمتوں کے لئے، تمام راحتوں کے لئے یہ کافی ہے۔

حضور ﷺ کا ذکر خیر ہم ہر نماز کے ہر التحیات میں صلوۃ وسلام پیش کرکے کرتے ہیں۔ التحیات پورا پڑھیں یا آدھا۔ چار رکعت ہوں تو دو دفعہ التحیات آجاتا ہے۔ دو رکعت ہوں تو ایک دفعہ آتا ہے۔ باوضو، قبلہ رو عین حالت نماز میں ہم پڑھتے ہیں۔ السلام علیک ایھا النبی۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی ﷺ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصلحین۔

اور اس سلام کی برکت سے ہم اپنے لئے اور اللہ کے تمام نیک بندوں کے لئے سلامتی طلب کرتے ہیں۔ تو حضور ﷺ کا ذکر خیر ہو، آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے بارے ہو، آپ ﷺ کے بچپن کے بارے ہو، جوانی کے بارے ہو، ہر طرح سے خیر ہی خیر ہے، برکت ہی برکت ہے لیکن ایک بات یاد رہے ذکر نبی ﷺ کا ہو تو یہ وہ بارگاہ ہے جہاں محبت اور عشق بھی ادب کے پابند ہیں۔ محبت اور عشق ایک ایسا جذبہ ہے جو قواعد و ضوابط کو نہیں مانتا۔ جس کے اپنے ضابطے ہوتے ہیں۔ جس کی اپنی بے تابیاں ہوتی ہیں، اپنی بے قراریاں ہوتی ہیں، لیکن یہ وہ بارگاہ ہے

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

یہ وہ ادب گاہ ہے جو ہے تو آسمانوں کے نیچے زمین پر لیکن یہ عرش سے بھی نازک تر معاملہ ہے۔

نفس گم کردہ می آیند ابوبکر و عمر ایں جا

شاعر نے تو کہا تھا۔

نفس گم کردہ می آیند جنید و بایزید ایں جا

لیکن میں اس میں تصرف کرکے پڑھا کرتا ہوں کہ ابوبکر صدیقؓ افضل البشر بعد از انبیاء ہیں اور اونچا سانس نہیں لیتے تھے، اونچی آواز نہیں نکالتے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نفس گم کردہ تشریف لاتے تھے، حاضر ہوتے تھے تو اونچا سانس نہیں لیتے تھے، اونچی آواز نہیں نکالتے تھے۔

حضور ﷺ کا ذکر خیر ہو تو ہم اقوام غیر کی طرح اسے جلوس میں ڈھال دیں شور وشغب میں ڈھال دیں، پٹاخے چلائیں، دیئے جلائیں، روشنیاں کریں اور شور وشغب ہو یہ بہت بڑی نادانی ہے یہ ذکر خیر ادب کا متقاضی ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ محافل مساجد میں منعقد کی جائیں۔ باوضو قبلہ رخ بیٹھ کر ادب واحترام سے سنی جائیں حضور ﷺ کے فضائل بیان ہوں، معجزات بیان ہوں اور سب سے ضروری یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو تعلیمات ارشاد فرمائی ہیں ان پر روشنی ڈالی جائے۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت صرف مسلمانوں کا حصہ نہیں ہے۔ میں عرض کر چکا کہ ولادت باسعادت سے ساری مخلوق مستفید ہوئی، کافر بھی مستفید ہوتا ہے۔ کافر کو جو دنیاوی نعمتیں مل رہی ہیں ان کا واسطہ بھی حضور ﷺ کی ذات ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے دنیا میں آنے کے بعد اجتماعی عذاب اٹھالئے گئے تو کافروں سے بھی اجتماعی عذاب اٹھ گیا یہ فائدہ تو کافر کو بھی پہنچا۔ یعنی ولادت باسعادت سے فرش کے ذرے سے لے کر عرش عظیم تک ساری مخلوق کو فائدہ پہنچا، اس میں مسلم اور غیر مسلم سب شریک ہیں۔ لیکن مومن کی بات الگ ہے اللہ کریم مومنوں کا تذکرہ الگ فرماتے ہیں۔ مومنوں کی بات الگ کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ یقیناً اللہ نے مومنوں پر، ایمان والوں پر، مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا۔

اللہ کے انعامات تو شمار نہیں ہوسکتے اس نے عدم سے وجود عطا فرمایا اور ایک ہزار کھرب سیل جوڑ کر انسانی وجود ترتیب دیا، ہر سیل کی اپنی حیات ہے اس کی اپنی موت ہے۔ کوئی سیل چھ مہینے سے زیادہ نہیں چلتا۔ ایک انسانی وجود میں موت وحیات کا اتنا بڑا بازار گرم ہے کہ ہر وجود میں چھ مہینے کے اندر دس کھرب موتیں ہوجاتی ہیں، دس کھرب نئے سیل پیدا ہوجاتے ہیں۔ اللہ کریم نے انسان کو عجیب دماغ دیا، عجیب وغریب بینائی دی، عجیب قوت شنوائی، قوت حافظہ اور قوتِ بیان عطا کی۔ علوم کے خزانے عطا فرمائے

اور بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں لیکن جب خالق کائنات نے نعمت عظمیٰ کی بات کی تو یہ ساری نعمتیں پیچھے رہ گئیں اور فرمایا میں نے مومنین پر بہت بڑا احسان کیا۔ یہ نعمتیں تو سب کے پاس ہیں، یہ وجود کے سیل تو کافر کے پاس بھی ہیں، بے دین کے پاس بھی ہیں، بدکار کے پاس بھی ہیں، جانور کے پاس بھی ہیں، نباتات، جمادات کے پاس بھی ہیں، ساری کائنات ان چھوٹے چھوٹے ذرات کا بنایا ہوا کھیل ہے جو اللہ نے ترتیب دے دیا۔ تو فرماتے ہیں میں نے مومنین پر بہت بڑا احسان کیا۔ **اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ** جب میں نے اپنے ایک بندے کو اپنا رسول مبعوث فرمایا **اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا** یعنی مومن کو فخر کرنا ہے، مومن کو بیان کرنا ہے مومن کو ذکر خیر کرنا ہے تو بعثت کو بھولنا نہیں چاہئے اسے پوری توجہ بعثت عالی پر دینی ہے۔

بعثت عالی میں کیا خصوصیت ہے کہ اللہ کریم نے اسے اپنا اتنا بڑا احسان فرمایا؟

بعثت عالی کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے **يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ** اللہ کی آیات ان پر تلاوت فرماتے ہیں۔

کر دیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے

عام آدمی کو اللہ سے ہم سخن ہم کلام کر دیا اب ہر شخص کلام الٰہی کی تلاوت کر سکتا ہے نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ اگر تم اللہ کریم سے باتیں کرنا چاہو فليقراء القرآن او كما قال رسول الله ﷺ قرآن کھول کر پڑھو اللہ کریم تم سے بات کرے گا۔ ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ یہ اللہ کی کتاب ہے، لوگوں کے لئے ہے۔ کسی دن اس طرح تلاوت کریں کہ قرآن مجھ سے کیا کہہ رہا ہے اور آپ کو اگر ترجمہ آتا ہو یا آپ ترجمہ پڑھنے کا تکلف کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تو آپ سے بات کر رہا ہے کہ میرے بندے تجھے یہ کرنا ہے یہ نہیں کرنا۔ اس طرح جینا ہے، اس طرح نہیں جینا۔ اس طرح بات کرنی ہے، اس طرح کا لباس پہننا ہے، اس طرح سے روزی کمانی ہے، اس طرح سے خرچ کرنا ہے، والدین کے ساتھ کس طرح رہنا ہے، اولاد کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا ہے، بیوی کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا ہے، بہن بھائیوں کے ساتھ کیا رشتہ ہوگا، قوم و ملک سے کیا برتاؤ کرو گے، بین الاقوامی طور پر عالم انسانیت کے ساتھ تمہارا رشتہ کیا ہوگا؟ ایک ایک بات پر توجہ دے کر قرآن ہمیں سمجھاتا ہے۔ ہم سے بات کرتا ہے اور قرآن اللہ کا کلام ہے اور بندے سے اللہ ہم کلام ہو رہا ہے کہ یہ کرو یہ نہ کرو۔ یہ اتنی بڑی نعمت متعلق ہے بعثت عالی سے۔

اور پھر فرمایا یہی نہیں کہ اللہ کی آیات تلاوت فرماتا ہے۔ **وَ يُزَكِّيْهِمْ** ان کو پاک کر دیتا ہے، ان کا تزکیہ فرما دیتا ہے۔ یاد رکھیں! تعلیمات نبوت کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام جو بات ارشاد فرماتا ہے، ایمان والے، ماننے والے کے اندر اس کی کیفیت اتر جاتی ہے اور جب کلام الٰہی کی کیفیت اللہ کے رسول ﷺ کے قلب اطہر سے ہو کر قلب مومن میں اترتی ہے تو وہ سارے وجود کا تزکیہ کر دیتی ہے، اسے پاک کر دیتی ہے بلکہ اس کا ایک ایک سیل ذاکر ہو جاتا ہے۔ ایک وجود میں ایک ہزار کھرب سیل ہیں۔ دنیا کی آبادی چھ ارب کے لگ بھگ ہے۔ سو ارب ہوں تو ایک کھرب بنتا ہے اور ایک ہزار کھرب انسانی وجود کے اندر سیل ہیں گویا نبی مومن کے دل میں وہ برق تپاں اتار دیتا ہے کہ ایک سانس میں اگر اس کا ایک سیل ایک بار بھی "اللہ" کہے تو اس کا وجود ایک ہزار کھرب مرتبہ "اللہ" کہتا ہے تو کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس انعام باری کا۔

فرمایا میرے نبی ﷺ نے تلاوت آیات فرمائی اور **وَيُزَكِّيْهِمْ** ان کا تزکیہ کر دیا ہر سیل کو ذکر الٰہی پہ لگا دیا، ہر سیل اللہ کے نام سے پاک ہو گیا اور ہر سیل میں انوارات وتجلیات الٰہی کی کرن پھوٹ گئی۔ یہ نعمت کس نے عطا کی؟ کس کے طفیل عطا ہوئی؟ اللہ نے عطا کی اور محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل عطاء ہوئی، ہمیں حضور ﷺ کی طرف سے عطا ہوئی، پھر اس پہ بس نہیں کہ اللہ کی آیات تلاوت فرماتے ہیں اور تزکیہ فرما دیتے ہیں پورے وجود کو پاک کر دیتے ہیں۔ **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ**۔ اس کتاب کے مفہوم و معانی تلقین فرماتے ہیں، حکمت و دانائی یعنی قرآن کے مطالب، مفاہیم جتنے بھی ہیں وہ حقیقی دانائی ہیں۔ حقیقتاً انہیں دانائی کہا جا سکتا ہے۔ ارشادات رسول ﷺ حکمت ہیں۔ تو اللہ کا رسول ﷺ اللہ کی آیات تلاوت فرماتا ہے

انہیں پاک کر دیتا ہے۔ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر:۲۳) ان کی کھال سے کرنہاں خانہ دل تک وجود کا ہر سیل ذاکر ہوجاتا ہے۔ پھر اس کتاب کی تعلیم فرماتا ہے اور دانائی یعنی اس کے مطالب، مفاہیم ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے سارے لوگ ایسی گمراہی میں تھے جسے وہ مانتے تھے کہ یہ گمراہی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد کم وبیش پانچ صدیوں کا فاصلہ ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی رفع آسمانی کے بعد یہ پانچ سوسالہ دور ''عہد فترت'' کہلاتا ہے۔ اس میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ اللہ کون ہے؟ اللہ کیسا ہے؟ کچھ خوش نصیب لوگ جو گنتی کے لوگ تھے جو بہت کم تھے وہ اللہ کو مانتے ضرور تھے۔ وہ کہتے تھے کہ کوئی دوسرا پروردگار نہیں ہوسکتا، اللہ ہی پروردگار ہے۔ لیکن اللہ کی ذات کیسی ہے؟ اس کی صفات کیسی ہیں؟ اللہ کیا چاہتا ہے؟ اس کی عبادت کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اس کی صفات کیا ہیں؟ اللہ کس بات سے ناراض ہوتا ہے؟ اس کی ناراضگی اور خفگی کی وجوہات کیا ہیں؟ یہ بتلانے والا کوئی نہ تھا۔ اور بہت تھوڑے لوگ تھے جنہوں نے تلاش کی، جستجو کی، بہت سے کلیساؤں میں گئے، علماء بنی اسرائیل کے پاس گئے، اہل کتاب کے پاس گئے کہ ہمیں اللہ کی ذات وصفات کے بارے بتایئے تو وہ بھی انہیں کہتے تھے کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہمارے پاس سنی سنائی باتیں ہیں، اللہ کا آخری نبی مبعوث ہوگا اور وہی یہ باتیں ارشاد فرمائے گا اس کا انتظار کرو۔ تاریخ بھری پڑی ہے ان حقیقتوں سے اور جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اس کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں ﷺ

دنیا میں فلاسفر بھی تھے، تاریخ داں بھی تھے، ادیب بھی تھے، دانشور بھی تھے، بڑے بڑے قادر الکلام شاعر بھی تھے، ہر شعبۂ زندگی کے بڑے بڑے ماہر تھے لیکن ذات باری، صفات باری سے نہ کوئی خود آشنا تھا نہ کسی دوسرے کو بتا سکتا تھا۔ یہ راز بتایا محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ آج ایک ان پڑھ چرواہا بھی یہ ضرور جانتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس حقیقت کا تعلق بعثت عالی سے ہے۔

ولادت باسعادت ہوئی ربیع الاول میں، بعثت عالی رمضان شریف میں ہوئی۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (القدر:1) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ:185) اس لئے کہ قرآن کا نزول رمضان المبارک میں شروع ہوا اور ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ گویا ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، چھ مہینے بعد جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس چھ ماہ تھی تو رمضان المبارک میں نزول وحی ہوا۔ یعنی بعثت عالی کا مہینہ کون سا بنتا ہے؟ رمضان المبارک اور بعثت عالی پر اس بوڑھے آسمان نے دیکھا ایک وقت ایسا بھی تھا جب حضور ﷺ اکیلے تھے جو اس کی ذات کو، اس کی صفات کو جانتے تھے۔ غار حرا میں جب نزول وحی ہوا تو یہ حقیقت اکیلے محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو عورتوں میں پہلی خاتون جس نے ایمان قبول کیا وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں۔ مردوں میں جسے سب سے پہلے یہ سعادت نصیب ہوئی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک سے دو ہوئے۔ ایک بندہ مسلمان ہوا پھر دو ہوئے پھر تین ہوئے پھر چار ہوئے۔ اس طرح اللہ کی معرفت اللہ کی پہچان کی بنیاد رکھی گئی جو مقصد تخلیق ہے۔ حدیث قدسی میں ہے كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ اللہ کریم فرماتے ہیں میں تھا اور کوئی مجھے جانتا نہیں تھا۔ میری معرفت کسی کو نہیں تھی۔ مخلوق بھی تھی تو وہ حکم کی تابع تھی حاکم کی طرف دیکھنے کی کسی کو جرات نہ تھی۔ اللہ تھا مخلوق نہیں تھی۔ اللہ نے عدم سے مخلوق پیدا فرمائی۔ اس میں سمندر اور دریا بنائے۔ زمین بنائی، آسمان بنائے۔ پھر فرشتے پیدا کر دیئے۔ زمین پر جن آباد کر دیئے۔ یہ ساری مخلوق تھی بھی تو وہ اللہ کی ذات سے آگاہ نہ تھی۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا۔ میں تو ایک پوشیدہ خزانہ تھا جسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ مخلوق حکم کی تابع تھی حاکم سے واقف نہیں تھی۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ مجھے یہ بات بھلی لگی کہ کوئی مجھے جاننے والا بھی ہو، کوئی ایسا بھی ہو جسے میں شعور عطا کروں کہ وہ میری معرفت حاصل کرے، مجھے پہچانے، میرے احسانات کو یاد کرے۔ میری ذات کی عظمت اپنی حیثیت کے

مطابق پہچانے اور پھر اس کا دل اسے مجبور کر دے کہ یہ بارگاہ ایسی ہے کہ جس میں سر بسجود ہونا چاہئے۔ یہ بارگاہ ایسی ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ بارگاہ ایسی ہے جس کی کوئی مثال نہیں اور یہ ذات ایسی ہے کہ جس کی ناراضگی ایسی ہے جو مجھے کسی قیمت پر گوارا نہیں۔ جان جاتی ہے تو چلی جائے لیکن اس بارگاہ کی رضا مندی میرا مقصد حیات ہے۔ کوئی ایسی مخلوق بھی ہونی چاہئے۔ فَخَلَقْتُ الْخَلْق۔ تو میں نے مخلوق پیدا کر دی۔ اب جب انسانیت وجود میں آئی تو اسے معرفت حق کون بتائے؟ سو پہلا انسان جسے دست قدرت نے تخلیق فرمایا وہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام، اللہ کا نبی بھی تھا۔ یہ نبوت ہی ہے جو نور معرفت عطا کرتی ہے۔ اور تب سے بعثت عالی تک مختلف شہروں، قریوں، ملکوں، قوموں میں اللہ کے نبی مبعوث ہوتے رہے۔ لیکن یاد رکھیں ہر نبی ایک خاص قوم کے لئے مبعوث ہوا کسی علاقے کے لئے مبعوث ہوا، ایک خاص وقت کے لئے مبعوث ہوا۔ اس کے بعد دوسرے نبی علیہ السلام اور رسولؑ آتے رہے، کتابیں نازل ہوئیں، صحیفے نازل ہوئے لیکن جب آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے تو پھر ساری کائنات کے لئے اور سارے اوقات کے لئے اور ہمیشہ کے لئے نبوت نازل ہو گئی۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کی تکمیل فرما دی اور آپ ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی وہ ساری کتابوں کا نچوڑ ہے اور اس نے ساری کتابوں کے احکام منسوخ کر کے اپنے احکام نافذ کئے۔ اللہ کی نازل کردہ کتابوں، صحیفوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان کا منکر کافر ہوگا لیکن عمل قرآن پر ہوگا جو محمد رسول اللہ ﷺ پہ نازل ہوا۔ تمام نبیوں کے ساتھ ایمان رکھنا لازم ہے لیکن اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کا ہوگا۔ تمام نبیوںؑ کے ساتھ ایمان ضروری ہے سارے رسول برحق تھے، ساری کتابیں برحق لیکن عمل ہوگا محمد رسول اللہ ﷺ کی کتاب پر اور اتباع ہوگا محمد رسول اللہ ﷺ کا اور یہ نعمت اللہ نے نازل فرمائی جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی۔

حضور ﷺ کو رمضان المبارک میں مبعوث فرمایا گیا۔ عمر شریف چالیس برس اور چھ ماہ کے لگ بھگ تھی جب حرا میں پہلی وحی اتری اور جب اسلام کا بیج بویا گیا اور پھر اس سے کتنے لوگ شرف صحابیت سے سرفراز ہوئے۔ صحابیؓ کیا ہے؟ صحبت رسول ﷺ سے مستفید ہونے والا جس نے اپنی زندگی میں ایمان کے ساتھ ایک لمحہ بھی حضور ﷺ کی صحبت اختیار کر لی یا حضور ﷺ کی نگاہ عالی اس پر پڑ گئی اور وہ شرف صحابیت سے سرفراز ہو گیا۔ اب کوئی غیر صحابی خواہ وہ کتنا ہی پہنچا ہوا ہو کتنا ہی بڑا بزرگ ہو، صحابیؓ کے جوتے پر جو خاک پڑ گئی ہے اس کے درجے کو بھی نہیں پا سکتا خواہ اس کے منازل اتنے بلند ہو گئے اور اللہ کے نزدیک وہ اتنا مقرب ہو گیا کہ اللہ کا ولی ہو گیا۔ ہم اولیاء اللہ کی کتنی عزت کرتے ہیں اپنے بس سے زیادہ کرتے ہیں۔ جہاں وہ دفن ہیں ان کی قبور کا بھی احترام کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر سارے لوگ ولایت کی انتہا کو پالیں اور سب کی ولایت جمع کی جائے تو ایک صحابیؓ کی گرد پا کو نہیں پہنچ سکتے۔ اندازہ کیجئے کتنی مخلوق شرف تابعیت، تبع تابعیت سے مشرف ہوئی اور کتنی مخلوق کو ولایت علیا نصیب ہوئی۔ ولایت اعلیٰ نصیب ہوئی، ولایت الٰہی نصیب ہوئی اور قیامت تک کتنوں کو نصیب ہوتی چلی جائے گی یہ سارا فیض کس کا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا اور اس کی ابتداء ہوتی ہے بعثت عالی سے۔ یہ خزانے جو لٹائے جا رہے ہیں ان کی ابتداء ہوتی ہے بعثت رسالت سے۔ بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے۔ اسی کو قرآن حکیم کہہ رہا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ اللہ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا جسے انسان گن نہیں سکتا، شمار نہیں کر سکتا اور وہ ہے کہ جب ان میں سے اس نے اپنا رسول ﷺ مبعوث فرما دیا۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے دل زندہ چاہئے، زندہ وجود چاہئے، وجود میں وہ سیل چاہئیں جو اللہ اللہ کرتے ہوں وہ ذرات بدن چاہئیں جن میں انوارات باری ہوں وہ دماغ چاہئیں جن میں عظمت باری ہو۔ وہ دماغ چاہئے جس میں قرآن و حدیث کا علم ہو اور وہ ذہن چاہئے، وہ سوچ چاہئے، وہ فکر چاہئے، جس میں عشق محمد رسول اللہ ﷺ ہو ورنہ ان باتوں کی سمجھ نہیں آتی۔ یہ بارگاہ وہ بارگاہ نہیں جس طرح کافر اپنے بتوں کو اٹھا کر جلوس نکال لیتے ہیں یا بے دین مختلف تہواروں پہ ہلہ گلہ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح پٹاخے چل رہے ہیں اور تماشا ہو رہا ہے اور مختلف تصویریں بنائی جا رہی ہیں۔ یہ وہ بارگاہ نہیں ہے۔ یہ وہ بارگاہ ہے کہ جہاں اونچا دم لینا بھی ساری عمر کی عبادتوں کو ضائع کر سکتا ہے۔ کیسے کیسے

لوگ تھے! بارگاہ نبوی میں حاضر وہ لوگ تھے جنہوں نے تیرہ (13) برس تک حضور ﷺ کی غلامی کے لئے دنیا کی ہر اذیت برداشت کی۔ ان کے وجود گرم سلاخوں سے داغے گئے، گرم ریت پر لٹا کر سینے پر پتھر رکھے گئے، کوڑے مارے گئے، شہید کئے گئے، زخمی کئے گئے، بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ کون سا ظلم ہے جو مجبور مسلمانوں پر مکہ مکرمہ کے رہنے والے مشرکین نے روانہ رکھا ہو لیکن انہوں نے غلامی محمد ﷺ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ دامان رسالت ﷺ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ہر دکھ برداشت کیا۔ حتیٰ کہ گھر چھوڑ دیئے، شہر چھوڑ دیا، جائیدادیں چھوڑ دیں، جمع پونجی چھوڑ دی اور خالی ہاتھ ہجرت کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں چلے گئے۔ سب کچھ قربان کر دیا پھر مدینہ منورہ پر حملہ، بدر میں، احد میں، خندق میں کفار و مشرکین نے بڑا زور لگایا لیکن انہوں نے جانیں دیں یا زخمی ہوئے، قربانیاں دیں لیکن حق غلامی ادا کرتے رہے۔

یہی وہ لوگ تھے یعنی انصار مدینہ جنہوں نے حضور ﷺ کو دعوت دی کہ آپ ﷺ مدینہ تشریف لائیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ مجھے دعوت دے کر تم کس بات کو دعوت دے رہے ہو؟ تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، ہم جانتے ہیں کہ پوری دنیائے کفر کی دشمنی کو ہم دعوت دے رہے ہیں۔ آپ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائیں، ہماری جان، ہمارے مال آپ پر قربان ہوں، ہم پوری دنیائے کفر کا مقابلہ کریں گے، ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ یا پھر وہ لوگ تھے جو خدمت عالی میں آ کر بیٹھتے تھے۔ انہوں نے بھی بدر و احد میں اور تمام غزوات میں داد شجاعت دی۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ جب میرے نبی ﷺ کی مجلس میں آتے ہو لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ خبردار نبی کریم ﷺ کی مجلس میں تمہاری آواز بلند نہ ہو (الحجرات: 2) نبی کریم ﷺ انتہائی خوبصورت، پیار بھرے دھیمے لہجے میں بات فرماتے تھے اور آپ ﷺ کے معجزات میں سے ہے کہ آپ ﷺ بات اطمینان سے فرماتے تھے اور اگر ہزاروں کا مجمع بلکہ لاکھوں کا مجمع بھی ہو جیسا کہ حجۃ الوداع میں کم و بیش سوا لاکھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ آپ ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا ہر صحابی رضی اللہ عنہ نے سنا۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ آپ ﷺ دھیمے، خوبصورت، پیار بھرے لہجے میں ارشاد فرماتے لیکن آخر مجمع تک بیٹھا ہر شخص سن لیتا تھا۔ اس تک وہ بات، آواز اسی طرح پہنچتی تھی۔ حضور ﷺ بلند آواز میں خطاب نہیں فرماتے تھے۔ تو اللہ کریم نے فرمایا اے جانثاران رسول ﷺ تمہاری آوازیں میرے نبی ﷺ کی بارگاہ میں بلند نہ ہوں۔ جس لہجے میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اس سے اونچی آواز میں بات نہ کرو۔ اور اگر آواز اونچی ہو جائے تو پھر کیا ہوگا اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (الحجرات : 2) تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہاری مکہ مکرمہ میں اٹھائی گئی ساری تکلیفیں، تمہاری ساری قربانیاں، مال و جان، گھر بار قربان کر کے آنا، تمہارا بدر و احد میں داد شجاعت دینا، غزوات میں دوسرا یہ میں قربان ہونا، بیٹے، بھائی اور جان قربان کرنا اور مال کو قربان کرنا میں یہ سب رد کر دوں گا۔ میرے نبی ﷺ کی بارگاہ میں دم اونچا نہیں لینا۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ سارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی اور بعض حضرات نے، مفسرین کرام نے وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کا عطف لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ پر کیا ہے۔ اس سے معنی بدل جاتا ہے اس سے معنی یہ بنتا ہے کہ اگر تمہاری آواز غیر شعوری طور پر بھی بلند ہو گئی تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ فرمایا کسی نے ارادتاً آواز بلند کی یا اگر غیر ارادی طور پر بھی حضور ﷺ کی مجلس میں تمہاری آواز بلند ہو گئی تو تمہاری ساری نیکیاں ضائع کر دی جائیں گی۔ اور نیکیاں ضائع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندہ اللہ کے عذاب میں گرفتار اور اللہ کی بخشش سے محروم ہو گیا۔

اب اللہ کے اس حکم کو، بارگاہ عالی کے اس ادب کو دیکھیں اور آج میلاد کے نام پر جاری تماشے دیکھیں۔ میں بڑے دردمندانہ انداز میں درخواست کرتا ہوں کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہتا، سب کے لئے دعا گو ہوں۔ میرے اللہ کریم نے جو مقام مجھے دیا ہے، جس جگہ میں بیٹھا ہوں، جو میری حیثیت ہے، میرے ذمے یہ ہے کہ میں سب کی بہتری کی دعا کروں لیکن جو ارشادات عالی ہیں اور قرآن کا جو حکم ہے وہ پہنچانا فرض ہے۔ میں فرض ادا کر کے یہ عرض کر رہا ہوں کہ میرے جو بھائی پٹاخے چلاتے ہیں، شور کرتے ہیں، جلوس نکالتے ہیں، شور و شغب ہوتا ہے، بازار بند ہو جاتے ہیں، وہ لوگ ذرا اس آیت کریمہ کی روشنی میں اپنے رویے پر خود غور کریں۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ہمارے کہنے سے تو شاید کسی کو اچھا نہ لگے کہ تم کون ہوتے ہو ہمیں روکنے والے؟ میں روک نہیں رہا میں تو کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کا ذکر خیر ہر حال میں کرو، آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر ہو، آپ ﷺ کی نعلین مبارک کا ہو، کسی طرح ذکر رسول ﷺ ہو۔ آپ ﷺ کی سواری کا ہو، آپ ﷺ کی اونٹنی، گھوڑے کا ذکر ہو، آپ ﷺ کے لباس عالی کا ذکر ہو، ہر پہلو سے ذکر رسول ﷺ اللہ کو محبوب ہے لیکن ذکر رسول ﷺ کا تقاضا ادب رسول ﷺ ضرور ہے۔ اس بارگاہ کا احترام لازمی ہے، اس کا ادب ضروری ہے، اگر ادب ہاتھ سے چھوٹ گیا تو پھر سب کچھ گیا۔

با ادب بامراد، بے ادب بے مراد

اور

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

بے باک محبتیں ہوتی ہوں گی، بے باک عشق ہوتا ہوگا، عشق میں تڑپ بھی ہوتی ہوگی، عشق میں شکائتیں بھی ہوتی ہوں گی لیکن یہ بارگاہ جو ہے یہ اتنی عالی ہے کہ یہاں عشق ومحبت بھی آداب کے پابند ہیں۔ دائرہ ادب میں رہ کر عشق بھی اپنی عرض کرے گا تو آواز نیچی کر کے، سر کو جھکا کر، آنکھوں میں آنسو لا کر بات کرے گا۔ آپ ﷺ کی بارگاہ کا معاملہ اتنا حساس ہے کہ سیرت پاک ﷺ میں ملتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آپ ﷺ سر ٹکائے ہوئے لیٹے ہیں۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پاس موجود ہیں۔ آپ ﷺ کی پہلی تین صاحبزادیاں آپ ﷺ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اکیلی آپ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے زندہ تھیں وہ بھی پاس موجود تھیں۔ دروازے سے نہایت ادب سے کسی نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے اجازت ہے، میں اندر آ سکتا ہوں؟ اور یہ آواز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سنی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شور سے نہیں اسی دھیمے لہجے میں جو اس بارگاہ کا تقاضا ہے لیکن تھوڑے تلخ انداز میں جواب دیا کہ کون ہو، تمہیں معلوم نہیں حضور ﷺ کی طبیعت ناساز ہے اور تم ملاقات کی اجازت چاہتے ہو؟ ایسی حالت میں ان کو کیوں تکلیف دیتے ہو؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا، بیٹا! یہ کسی سے اجازت نہیں مانگا کرتا، یہ تیرے باپ کا در ہے جس پہ کھڑا ہو کے اجازت مانگ رہا ہے۔ بیٹا یہ ملک الموت ہے۔ جہاں اللہ کے فرشتے بھی لرزاں و ترساں ہیں، اجازت لے کر داخل ہوتے ہیں۔ ملک الموت بڑے بڑے شہنشاہوں کی روحیں قبض کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کی، نیکوں کی، بدکاروں کی، ہر طرح کے لوگوں کی۔ اسے کبھی اجازت کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، حاضری کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ جہاں اللہ کے مقرب فرشتے بھی دست بستہ کھڑے ہوں اس ذات کے ذکر کے وقت ادب کا کیا معیار ہونا چاہئے؟ لیکن یاد رہے ولادت باسعادت سے لے کر بعثت تک ساری کائنات مستفید ہوئی اس میں تو کافروں کو بھی خوشیاں منانی چاہئیں۔ یہ نعمتیں عام ہوئیں تو ہر ایک کو ملیں اور مومن کو اللہ نے خصوصی نعمت سے نوازا۔ فرمایا **اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا** مومن کو تو بات بعثت عالی سے کرنی چاہئے جہاں سے کلمہ طیبہ عطا ہوا، جہاں سے نور ایمان عطا ہوا، جہاں سے اسلام کی ابتداء ہوئی، جہاں سے بندے کا اللہ سے تعلق قائم ہوا، جہاں سے صحابیت تقسیم ہوئی، تابعیت تقسیم ہوئی، تبع تابعیت تقسیم ہوئی، ولایت تقسیم ہوئی، بٹتی رہے گی، تقسیم ہوتی رہے گی لیکن شاید ہی آپ نے بعثت عالی کا کہیں تذکرہ سنا ہو۔ ہم نہیں کرتے، کیوں نہیں کرتے؟ بعثت عالی پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کس لئے مبعوث ہوئے ہیں؟ آپ ﷺ کا پیغام کیا ہے؟ ہم ان برکات کا ذکر کرتے ہیں جس میں مسلم وغیر مسلم سب شریک ہیں لیکن جہاں سے اسلام شروع ہوتا ہے اس طرف رخ نہیں کرتے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بعثت عالی کا تذکرہ بھی کریں۔ جہاں آپ ﷺ کی ہر ادا کا تذکرہ ضروری ہے وہاں سب سے بڑا انعام آپ ﷺ کی بعثت عالی، آپ ﷺ کا مبعوث ہونا ہے اور یہ وہ انعام ہے جس میں مومن خاص ہیں غیر مومن کو نصیب نہیں ہے۔ **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ** یہ تمام مومنین پر احسان ہے اس میں غیر مومن شریک نہیں ہے۔ اللہ کریم مجھے، آپ کو ہم سب کو توفیق دے۔ اللہ ہماری خطائیں معاف فرمائے اور حضور ﷺ کے ذکر خیر کے ساتھ حضور ﷺ کے ارشادات کو جاننے، سننے، سمجھنے اور خلوص دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

غیر مسلم شعراء کی اردو نعت گوئی

فیض الرحمٰن اسلام آباد

اردو شاعری کی عمر چار سو سال کے لگ بھگ ہے۔ مگر نعتِ رسول مقبول ﷺ کا ایک ناقابلِ یقین ذخیرہ موجود ہے۔ اس ذخیرے میں غیر مسلم شاعروں کی نعت کا جو قابلِ ذکر سرمایہ اردو کے دامن میں سمٹا ہوا ہے یقیناً کسی اور زبان میں نہیں۔ یہ نعتیں عقیدت اور تفکر دونوں سطحوں پر متاثر کن حیثیت کی حامل ہیں۔

منشی شنکر لال ساقی (1820ء-1890ء) سے لے کر دور حاضر تک کے ہندو، سکھ اور عیسائی شاعروں نے حضور رسالت مآب ﷺ کی شان میں اردو شعر کہے جو ایک نادر حقیقت اور تعجب انگیز واقعہ ہے۔

الن جون مخلص بدایونی (1879ء-1955ء) پہلے غیر مسلم شاعر ہیں جن کا مجموعہ کلام ''گلدستۂ نعت'' کے نام سے 1939ء میں بدایوں سے شائع ہوا۔ الن جون مسیحی شاعر تھے۔ تاہم غیر مسلم شاعروں کے نعتیہ کلام میں غالب حصہ ہندو شاعروں کا ہے۔ کالی داس گپتا نے اپنے نعتیہ مجموعہ کا نام ''اُجالے'' رکھا۔ جو بمبئی سے 1975ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ دلورام کوثری کا ''نعت کوثری''، مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد کا ''ہدیۂ شادؔ''، بالمکند عرش ملسیانی کا ''آہنگِ حجاز''، آرزو سہارن پوری کا ''ظہور قدسی''، ادیب لکھنوی کا ''نذرانۂ عقیدت''، چرن سرن ناز مانک پوری کا ''رہبرِ اعظم''، نذیر قیصر کا ''اے ہوا مؤذن ہو''، اور جگن ناتھ آزاد کا نعتیہ مجموعہ Homage To Mohammad فرانسیسی زبان میں چھپ چکے ہیں۔ گو جگن ناتھ آزاد نے یہ نعتیہ مجموعہ خود شائع نہیں کیا بلکہ نامور اسلامی سکالر ڈاکٹر حمید اللہ نے فرانسیسی ترجمے اور اشاعت کا اہتمام کیا۔ غیر مسلموں کی نعتوں اور تذکروں پر مشتمل مختلف رسالوں کی متعدد خاص اشاعتیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ مختلف مصنفین نے غیر مسلموں کی نعتوں کو جمع کر کے شاعروں کے احوال و آثار بھی جمع کئے ہیں۔ اس حوالے سے ماہنامہ ''کیلاش'' ہوشیار پور کا نعت نمبر بابت اگست 1940ء خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے مدیر ایم۔ پی چوراسیا اور ادارۂ تحریر میں ساحر ہوشیار پوری اور امر چند قیس کے نام شامل ہیں۔ اس نمبر میں زیادہ نعتیں غیر مسلم شاعروں کی ہیں۔

بہت سے تجزیئے اس حوالے سے کئے گئے کہ غیر مسلم شعراء نعتیں کیوں لکھتے رہے اور کیوں لکھ رہے ہیں؟ متعدد محرکات پر گفتگو ہوئی مگر ایک بات طے ہے کہ یہ توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ آفاقیت کے حامل پیغمبر ﷺ اور رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ جذبات کی حدت کے بغیر نعت نہیں لکھی جا سکتی۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ صورت حال کو واضح کر دے گا۔ امر چند قیس جالندھری نے ایک اخبار ''سیاست'' کو اپنی ایک نعت بھیجی جو انہوں نے صفحۂ اول پر شائع کر دی۔ قیس ہندوؤں کی ایک فرم میں ملازم تھے۔ انہیں نعت لکھنے کی پاداش میں ملازمت سے نکال دیا گیا۔ اخبار ''سیاست'' کی طرف سے قیس کو ملازمت کی

پیش کش کی گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر پیش کش ٹھکرا دی کہ "کیا میں اب نعت بیچوں گا، میں اپنے جذبات کی قیمت وصول نہیں کر سکتا"۔ حالانکہ اگر متبادل ملازمت قبول کر بھی لیتے تو اخلاقی لحاظ سے کوئی حرج نہیں تھا۔

جن شعراء کے اشعار لکھے جا رہے ہیں ان میں سے بعض شاعر زندگی کے کسی مرحلے پر مسلمان ہو گئے۔ مگر جو شعر لکھے جا رہے ہیں ان میں سے اکثر شعر قبول اسلام سے پہلے کے ہیں۔ کوئی کوئی شعر ایسا بھی ہے جو قبول اسلام کے بعد کا ہے۔ ذیل میں ہر شاعر کے صرف دو دو، چار چار شعر لکھنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے تاکہ شعراء کی زیادہ سے زیادہ نمائندگی ہو سکے تو ملاحظہ فرمایئے چند نعتیہ اشعار:

اتنا کرم ہو آنکھ میں آ جائے روشنی
کہنا صبا یہ جا کے پیغمبرؐ کے سامنے
سر پہ ہو ان کا دستِ شفاعت اثیم کے
جس دم کھڑا ہو داورِ محشر کے سامنے
(ٹھاکر بوا سنگھ اثیم)

مُدت سے یہ دل اپنا ہے شیدائے مدینہ
کب مجھ کو خدا دیکھیئے دکھلائے مدینہ
اے بادِ صبا چشم کرم کیجیو ادھر بھی
لا بہر خدا بوئے گل رعنائے مدینہ
(بابو طوطا رام)

از خاک عرب تا بہ عجم مانتے ہیں
ہاں صاحبِ الطاف و کرم مانتے ہیں
ہم دیر نشیں بھی ہیں تیرے مدح سرا
رہبر جو تجھے اہل حرم مانتے ہیں
(ستیہ پال اختر رضوانی)

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
(ہری چند اختر، 1900ء-1958ء)

خدا نے تم کو وہ بخشا ہے اے خیر الوریٰ پایا
رسولوں میں کسی نے مرتبہ ایسا نہیں پایا
شب معراج حق سے لامکاں میں جب ہوئیں باتیں
خدا جانے خدا نے کیا دیا بندہ نے کیا پایا
(منشی پربھو لال گوڑا شہر جینی)

مرہونِ لطف صرف مسلمان ہی نہیں
منت کشِ کرم ہے خدائی جناب کی
اکمل کہیں مقام ادب ہاتھ سے نہ جائے
توصیف لکھ رہے ہیں رسالت مآب کی
(رام پرتاب اکمل جالندھری، 1939ء)

اے پیکر خلوص کے حق آفریں سلام
اے پانے والے ختم رسل کا خدا سے نام
لطف و کرم کی ایک نظر اس ادب پہ بھی
یہ بھی تمہارے در کا ہے ادنیٰ سا اک غلام
(نور سورج نرائن سنہا ادب سیتاپوری، 1909ء-1962ء)

کھنچ کھنچ کے آ رہا ہے زمانہ ترے حضور
دیکھو تو کس بلا کی کشش بام و در میں ہے
اے اوج شوق دید کا عالم نہ پوچھیے
بس ان کو دیکھتے رہیں سودا یہ سر میں ہے
(راجیش کمار اوج)

نہ ہوتے گر محمدؐ ہر خوشی بے کار ہو جاتی
خدائی رہتی ناقص زندگی بے کار ہو جاتی

نہ ہوجاتی اگر روشن حقیقت نور سے انؐ کے
تو پھر شمس و قمر کی روشنی بے کار ہوجاتی
نقابِ جلوۂ وحدت اگر حضرتؐ الٹ دیتے
طلسمِ رنگ و بو کی دلکشی بے کار ہوجاتی
بہاریں بھی شمیم زلف کی مرہون منت ہیں
وگرنہ ان گلوں کی تازگی بے کار ہوجاتی
جمالِ احمدی کا کیوں نہ ہو احسان دنیا پر
بغیر اس کے تو ہر جلوہ گری بے کار ہوجاتی
رسول اللہ ﷺ کی رحمت اگر ہوتی نہ بندوں پر
محبت بے اثر اور زندگی بے کار ہوجاتی
عطا کرتے نہ گر اے شوق یہ توفیق وہ مجھ کو
قضا ہوتیں نمازیں بندگی بے کار ہوجاتی
(وشنو کمار شوق لکھنوی)

جس نے بھی دل سے کبھی مدحت رسولؐ کی
سمجھو کہ اس کے دل میں ہے الفت رسولؐ کی
دنیا سے مٹ سکے گی نہ گاندھی یہ حشر تک
زندہ رہے گی عظمت و عزت رسولؐ کی
(اندر جیت گاندھی، 1925ء)

آپؐ کی الفت سند جنت کی ہے
پر سند شاہِ مدینہؐ چاہیئے
آتش دوزخ سے آتش کو بچا
زندگی سکھ سے گزرنا چاہیئے
(ڈاکٹر رمیش پرشاد گرگ آتش، 1943ء)

دنیا کو تو نے آکر پرنور کردیا ہے
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کردیا ہے
سندر سے کیا رقم ہو وہ شان ہے تمہاری
جس نے گداگروں کو فغفور کردیا ہے
(بابو شیام سندر بامر کاشمیری)

بدل جائے نظامِ بزمِ گیتی آن واحد میں
کوئی ضد پر گر آجائے دیوانہ محمدؐ کا
بس اے آرزو کیا شرحِ تفسیر نبوت ہو
محمدؐ سے محمدؐ تک ہے افسانہ محمدؐ کا
(سادھو رام آرزو سہارن پوری)

جو محبوب خدا ٹھہرے جو ختم الانبیاءؐ ٹھہرے
وہ میرے پیشوا ٹھہرے وہ میرے راہ نما ٹھہرے
مجھے اے برق کیا غم ہے بھلا روزِ قیامت کا
شفاعت کے لئے حامی مرے خیر الوریٰؐ ٹھہرے
(گنج بہاری لعل برق)

واہ کیا آن ہے کیا شان رسولِ عربیؐ
تم پر سو جی سے ہوں قربان رسولِ عربیؐ
یہی بسمل کی تمنا ہے مدینے جا کر
آپ کے در کا ہوں دربان رسولِ عربیؐ
(سکھ دیو پرشاد بسمل الہ آبادی، 1889ء-1975ء)

اے کہ تیرے ذات سے پیدا نشانِ زندگی
اے کہ تیری زندگی سرِ نہانِ زندگی
اے کہ تجھ پر آشکارا رازہائے کائنات
تیری ہستی ابتداء و انتہائے کائنات
(کرپال سنگھ بیدار، 1916ء-1977ء)

مجھے تیری آرزو ہے
مجھے تیری جستجو ہے
میرے سر میں تیری بو ہے
میرے دل میں تُو ہی تو ہے

میری حسرتوں کے مالک
میری الفتوں کے مالک
(اندر جیت شرما میرٹھی، 1893ء-1946ء)

ساز گار اپنا زمانہ ہوگیا
ہند سے طیبہ کو جانا ہوگیا
دفن یثرب میں ہوا لاشہ مرا
اب مسافر کا ٹھکانہ ہوگیا
بت پرستی اب کہاں باقی رہی
اس کو چھوڑے اک زمانہ ہوگیا
کفر چھوڑا پی کے مئے توحید کی
رنگِ شاداب عاشقانہ ہوگیا

کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی
کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطانِ مدینہ
(مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد، 1864ء-1939ء)

نظر بن کے آنکھوں میں آئے محمدؐ
سکوں بن کے دل میں سمائے محمدؐ
قیامت میں شانِ شفاعت تو دیکھو
کہ پکڑے خدا اور چھڑائے محمدؐ
(شکنتلا دیوی اکبر آبادی)

محمدؐ حبیب خدا بن کے آئے
وہ ہر دل کے دکھ کی دوا بن کے آئے
لئے دیدودل میں تنویر وحدت
وہ آئینہ دار تقا بن کے آئے
سب اوصاف روشن ہیں خیر البشرؐ کے
وہ حسن صداقت نما بن کے آئے
(نوبت رائے شوق)

ملی اس کی بدولت گلشن ہستی کو رعنائی
مجسم نورِ عرفان سرور دنیا و دین آیا
کوئی بھی چھوڑ کر دامن محمدؐ کا کہاں جائے
وہ لے کر تحفۂ بخشش برائے مومنین آیا
(چودھری ہر دیال شوق، 1908ء)

میں ہوں داسی رسولِ اکرمؐ کی
مجھ کو یوں نہ زمانے رسوا کر
تیری ریکھا کو تمنا ہے
اپنی رحمت کا اس پہ سایا کر
(کماری ریکھا شرما ریکھا)

اس شخص کی قسمت میں ہیں جنت کی ہوائیں
جس شخص نے دامن کو ترے تھام لیا ہے
ظلمت کے اندھیروں میں کرن نور کی پھوٹی
اے شاہِ اُممؐ جب بھی تیرا نام لیا ہے
(پنڈت درشن لعل زلفی)

تیرے جلووں کا تیری رحمتوں کا حساب ہے نہ شمار ہے
کہ صفات کون و مکان کی تیری ذات دار و مدار ہے
تو نہاں ہے قلب صفات میں تو عیاں ہے جلوۂ ذات میں
تو وہ نور پاک علیم ہے جسے اپنے سایہ سے عار ہے
جو نہ حرف و صورت میں آسکے جو دو کون میں نہ سما سکے
مگر جان ساحر خستہ میں وہ مکین لیل و نہار ہے
(پنڈت امرناتھ ساحر دہلوی، 1863ء-1942ء)

ہاں طالب دیدار کو پھر جلوہ دکھا دے
ہر ذرہ کو پھر رشک سر طور بنا دے
آ اور خلش پھر دل ساحر کی مٹا دے
پھر آ کے دل آویز کوئی نغمہ سنا دے

اے نغمہ سرا بلبل بستان مدینہ
(تیجونت رائے ساحر سنامی، 1914ء)

ہے تنگ بہت تیرگئ جہل سے مولا
کس طرح رہے ہند میں شیدائے مدینہ
سرمہ کی طرح آنکھوں میں سالک میں لگالوں
ہاتھ آئے جو خاک در مولائے مدینہ
(سالک رام سالک، 1861ء-1934ء)

مدینہ تک پہنچ جائے پہنچ جائے تو مر جائے
یہی بیارِ غم کا مدعا معلوم ہوتا ہے
سمٹ کر دو جہاں کی وسعتیں آئیں تخیل میں
تصور سرورِ لولاک کا معلوم ہوتا ہے
بلندی پہ اپنا نصیب آ گیا ہے
درِ پاک مولا قریب آ گیا ہے
یہ کہہ کہہ کے دل کو سنبھالا ہے میں نے
ٹھہر جا مدینہ قریب آ گیا ہے
نکلنے کو ہیں دل کے ارمان سحر سب
وہ دیکھو مدینہ قریب آ گیا ہے
(کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، 1909ء)

شب و روز میری زبان پہ اسی بزم نور کی ذیل میں
کبھی آستانے کا ذکر ہے کبھی راہ گذر کی بات ہے
خزاں کی حد سے جو بلند ہے دوام جس کی بہار کو
یہ اسی مدینے کا ذکر ہے اسی لالہ زار کی بات ہے
ہے قدم میں جس کے شہنشہی ہوئی ختم جس پہ پیمبری
وہ جو تاج بخشِ زمانہ ہے اسی تاجدار کی بات ہے
یہ اثر اسی کا ہے یا نبیؐ جو عقیدت اس کو ہے آپؐ سے
بھلا نعت کہنا بھی سوم کے کہیں اختیار کی بات ہے
(سوم ناتھ سوم مورنڈوی)

میرا عشق کوئی دکھاوٹ نہیں ہے
حقیقت ہے اس میں بناوٹ نہیں ہے
جو پرشاد ٹپکے ہیں ہجر نبیؐ میں
ان اشکوں میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے
(راجہ پرشورام پرشاد حیدر آبادی، 1924ء)

کیا اُس نے دنیا میں آ کر اُجالا
زمانے کو تاریکیوں سے نکالا
رسولِ خداؐ خاتم الانبیاءؑ ہے
کلام خدا کو یہاں لانے والا
تصور مجسم دعا بن گیا ہے
نگاہ کرم کی طلب کرنے والا
(شیو شنکر سہائے تصور)

دل ترستے ہیں کہیں سے معرفت کی مئے ملے
ساقیِ بزم مغاں اب آیئے آ جایئے
بھول بیٹھے ہیں تبسم ہم صراط مستقیم
ہادئ گوہر فشاںؐ اب آیئے آ جایئے
(بھگت لچھمن داس تبسم علی پوری، 1916ء-1985ء)

جلوہ ہوا ہے جب سے میسر رسولؐ کا
رہتا ہے نام پاک زباں پر رسولؐ کا
اے چرخ دل کی ظلمتیں مٹنے لگیں تمام
نظروں میں ہے جمال منور رسولؐ کا
(چرخ چنیوٹی)

اک برہمن ہند تجھے پیار کرے ہے
چوٹی سے ہمالہ کی نمسکار کرے ہے
ہے اور ہی عالم میں ترا عاشق جاوید

تیری ہی محبت ہے جو سرشار کرے ہے
(شیو پرشاد جاوید وششٹ، 1920ء)

خدا بھی ملے گا نبیؐ بھی ملیں گے
کمی کچھ نہیں ہے مدینے کے اندر
کسی شے کی اسے جست حاجت نہیں ہے
نبی کی محبت ہے سینے کے اندر
(بولائی جست جست سیرامپوری)

محمدؐ کا کتنا بڑا مرتبہ ہے
محمدؐ ہے جس کا اسی کا خدا ہے
جسے وہ کہے گا اسے بخش دوں گا
تمنا یہ فرمانِ ربّ العلیٰ ہے
(رام کشن تمنا انبالوی)

لو مل ہی گیا حشر میں بخشش کا سہارا
ہاتھ آ ہی گیا گوشۂ دامانِ محمدؐ
ہر ایک کا حصہ نہیں نعتِ نبیؐ جوہر
اللہ جسے بخش دے عرفانِ محمدؐ
(چندر پرکاش جوہر بجنوری، 1923ء)

نوٹ: ڈاکٹر راشد حمید اردو کے معروف ادیب ہیں۔ ان کے سلسلے وار مقالے (غیر مسلم شعراء کی اردو نعت گوئی) روزنامہ نوائے وقت میں اپریل تا جون 2006ء کے دوران اشاعت پذیر ہوئے تھے۔ میرے زیر نظر مضمون میں انہی مقالوں سے خوشہ چینی کی گئی ہے جس کے لئے میں نوائے وقت اور ڈاکٹر راشد حمید کا مشکور ہوں۔

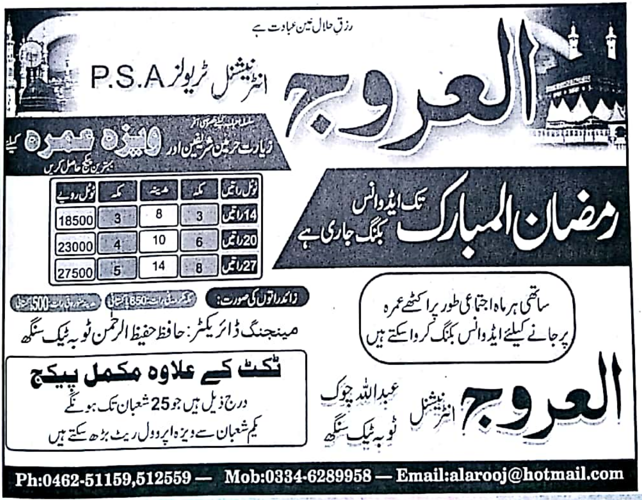

حضرت سلطان باہوؒ

امیر المکرم امیر محمد اکرم اعوان، دارالعرفان چکوال

بندہ کو حکم دیا گیا کہ حضرت سلطان باہوؒ کے بارے کچھ لکھوں اور ساتھ بہت سے عنوانات بھی دیئے گئے کہ ان کے بارے کچھ لکھوں لیکن تمام موضوعات ایسے ہیں کہ ان پر اکثر حضرات ضرور روشنی ڈالیں گے بندہ ایک الگ موضوع پہ کچھ معروضات پیش کرنے کا آرزو مند ہے۔ جو بندہ کے خیال کے مطابق اصل موضوع ہے اور وہ ہے مقاماتِ تصوف وسلوک اور ان میں حضرت مجددؒ کا مقام ومرتبہ۔ شاید یہ واحد موضوع ہے جو اصل ہے مگر اس پر بات کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

سلوک کی ابتدا لطائف سے ہوتی ہے جو انسانی سینہ کے اندر ہیں جس طرح جسم کے اعضائے رئیسہ ہیں اس طرح روح کے اعضائے رئیسہ لطائف ہیں۔ روح عالم امر سے ہے تو ظاہر ہے لطائف بھی عالم امر سے ہیں اور مختلف سلاسل میں مشائخ کی اپنی اپنی تحقیق کے مطابق اگرچہ ان کی تعداد مختلف ہے کسی کے ہاں پانچ کسی کے ہاں سات اور کہیں گیارہ ہے مگر تمام سلاسل میں بنیادی پانچ لطائف پہ اتفاق ہے اور یہی پانچ اصل ہیں باقی ان ہی کی فروعات ہیں جو اپنی اپنی تحقیق کے مطابق مختلف حضرات کے ہاں مختلف ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں ان کے نام اور ان پر آنے والے انوارات کے رنگ بھی تحریر فرمائے ہیں بہرحال جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ لطائف کے بعد رابطہ کرایا جاتا ہے جو بالائے آسمان اور زیرِ عرش ہوتا ہے پھر مراقبۂ احدیت۔ یہ مقام عرشِ عظیم کا دروازہ اور محقق صوفیاء کے نزدیک روح کی رفتار سے زمین سے پچاس ہزار سال کا راستہ ہے۔ یاد رہے روح کی رفتار روشنی کی رفتار سے کروڑوں گنا زیادہ ہے۔ اس کے بعد بالائی مراقبات چلتے ہیں۔ یہ جان لیں کہ دائرہ احدیت آسمانوں اور نیچے کی ساری کائنات پر محیط ہے۔ پھر اسکے بعد مختلف مقامات ہیں جو اپنے سے نیچے کے سب مقامات کو محیط ہوتے ہیں۔ کے بعد سات بالائی دائروں کے جن کے اپنے اپنے نام ہیں جن کا بیان ضروری نہیں، مقامِ فنافی اللہ آتا ہے جو بہت وسیع ہے اور جس کی اپنی کیفیات ہیں جہاں ہر شے معدوم ہو جاتی ہے۔ زمین، آسمان، کائنات حتیٰ کہ ذات تک معدوم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مقام بقا باللہ آتا ہے جو اس سے وسیع تر ہے اور سالک کو ادراک ہوتا ہے کہ ہر شے کا قیام اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ہر شے کچھ بھی نہیں۔ یہی وہ مقام ہے جسے فلسفۂ وحدت الوجود کہا گیا اور پھر اس کی اصلاح وحدت الشھود سے کی گئی۔ اس سے آگے سالک المجذوبی کے مقامات شروع ہوتے ہیں۔ یادرہے کہ ایک ہوتا ہے مجذوب سالک۔ یہ وہ سالک ہے جو فنا بقا میں اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے اور اسے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی۔ ہمارے ہاں ہر پاگل کو خدا رسیدہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے مجذوب سالک راہ سلوک میں کسی مقام پر خصوصاً اگر فنا بقاء میں رہ جائے اور آگے چلانے والا شیخ نہ پائے تو عموماً حواس کھو بیٹھتا ہے۔ دوسرا ہوتا ہے ''سالک مجذوب'' یادرہے کہ مجذوب سالک سے کسی کو کوئی فیض نہیں مل پاتا کہ وہ حواس کھو بیٹھتا ہے اور مکلف ہی نہیں رہتا اور مجذوب ہونا کمال کی

دلیل نہیں بلکہ کمزوری ہے کہ کوئی نبیؑ مجذوب نہیں ہوا۔ اگر کمال ہوتا تو انبیاءؑ کے پاس ہوتا مگر سالک مجذوب بحمد اللہ کامل ہوتا ہے اور اس سے فیض نصیب ہوتا ہے۔ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد سالک المجذوبی کے منازل شروع ہوتے ہیں۔ پہلی منزل تک سولہ ہزار نورانی پردے ہیں۔ یہ حجابات شق کر کے روح گزرتی ہے۔ جو محض اللہ کے کرم اور اس کی عطا سے ہوسکتا ہے۔ علی ھذا القیاس یہ سات منازل ہیں اور ہر منزل میں فاصلہ اور حجابات بڑھتے جاتے ہیں تا آنکہ ساتویں منزل کے آخری مقام پر حضرت سلطان باہوؒ دست بستہ عشق الٰہی میں مگن ایستادہ ہیں۔ ایک بزرگ کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت باہوؒ کو کبھی بیٹھے نہیں دیکھا اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ مجسم عشق الٰہی ہیں، رواں رواں عشق الٰہی میں مستغرق ہے۔

اب اس پس منظر میں اگر قاری انکی تصنیفات اور ارشادات کو دیکھے گا تو امید کی جاسکتی ہے کہ ایک حد تک جان سکے گا۔

بندۂ ناچیز امیر محمد اکرم اعوان، دارالعرفان، چکوال

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے
پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

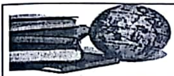

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ
سائنس کالج

داخلہ جاری ہے

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی
(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)
داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1
پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ
چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک
قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم
(صحت افزاء مقام)

شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)
مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں
صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200
For Feed Back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com
vicepricipal@siqarahedu.com Visit at: www.siqarahedu.com

من الظلمات الی النور

حسین قادر

میرا تعلق ہندوستانی صوبے تامل ناڈو کے ضلع ویلور سے ہے۔ میں نے کچھ عرصہ قبل دبئی میں ایک سلے سلائے کپڑوں کی فیکٹری میں ملازمت اختیار کی۔ اس فیکٹری میں سری لنکا کی لڑکیاں کام کرتی تھیں۔ مجھے تبلیغی جماعت کے ایک ساتھی نے ہدایت کہ تمہارے بہک جانے کے مواقع بہت ہیں۔ اس لئے ایک تو تم تبلیغی جماعت سے تعلق قائم رکھو دوسرے ہر وقت کلمہ شریف کا ورد کرتے رہو۔ چنانچہ ایک تو میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جڑ گیا دوسرا میں نے ہر وقت کلمہ کا ورد کرنا شروع کر دیا۔ دو سال کے بعد میں انڈیا واپس آ گیا۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ میں نے 21 چلے لگائے۔ میرے قصبہ میں ایک صاحب رہتے تھے جو بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے وہ اکثر مجھے تصوف کے بارے میں بتاتے رہتے تھے جس کی وجہ سے میرے اندر بھی تصوف کا شوق انگڑائیاں لینے لگا لیکن ان کا کردار دیکھ کر میں رک جاتا تھا کہ وہ پانچوں نمازیں تو کیا جمعہ بھی نہیں پڑھتے تھے، روزہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ پوچھنے پر بتاتے تھے کہ ہم دل میں نماز پڑھتے ہیں۔ تو میں کہتا تھا کہ آپ کھانا بھی دل میں کھا لیا کریں لیکن ان کی تصوف کے بارے میں گفتگو جاری رہی اور میرا شوق بھی بھڑک اٹھا حتیٰ کہ میں ان کے پیر صاحب کے پاس جا پہنچا۔ پہلی ملاقات میں ہی میں نے ان سے سوال کیا کہ مجھے اس آیت کا مطلب سمجھایئے "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .... (النور:35)

انہوں نے کہا کہ اس کا جواب تو فقیر ہی دے سکتا ہے۔ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ فقیر یہی تو ہیں۔ تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے اس کا مطلب بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کے لئے آپ کو حلقے میں آنا پڑے گا، یہ راز کی باتیں ہیں، ہر ایک کو نہیں بتائی جا سکتیں۔ تب میں واپس آ گیا اور ایک مہینے تک سوچ بچار کرتا رہا آخر اللہ سے دعا کی کہ میں تجھے پانے کی جستجو رکھتا ہوں اگر اس راہ میں کوئی غلطی مجھ سے ہوتی ہے تو تو مجھے سنبھال لے اور مجھے راہ ہدایت دے۔ میں مرید ہونے کے لئے تیار ہو گیا اور ایک دن اپنے ساتھی کے ساتھ مرید ہونے کے لئے چلا گیا۔ وہاں ایک عورت نے مجھے سرمہ لگایا ساتھ ہدایت کی کہ تم اپنے پیر کو سجدہ کرنا کیونکہ ابلیس بھی سجدہ نہ کرنے سے مردود ہو گیا تھا اور فرشتوں نے حضرت آدمؑ سے علم حاصل کیا تو انہوں نے سجدہ کیا۔ اسی طرح تم بھی جب شیخ کے پاس جاؤ تو سجدہ کرنا۔ یہ سجدہ عبادت کا نہیں بلکہ تعظیمی سجدہ ہے۔ پھر اس نے مجھے کہا کہ دو رکعت نفل پڑھ کر آ جاؤ۔ جب میں بیعت ہونے کے لئے گیا تو وہاں صرف "محرم راز" تھے یعنی ان کے مریدین کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ مجھے پھولوں کی سیج پر بٹھا دیا گیا پھر مجھے سجدہ کرنے کو کہا گیا تو میں نے سجدہ کیا لیکن پیشانی زمین پر نہیں رکھی بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں کو بند کر کے زمین پر رکھا جیسے کسی چیز کو پکڑتے ہیں۔ پھر اپنے دونوں انگوٹھوں کے اوپر اپنی دونوں آنکھیں رکھیں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالو اور پلک نہ جھپکنا میں نے تین چار منٹ تک پلک نہیں جھپکی۔ پھر دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اس میں سے پہلے انہوں نے

کچھ پیا پھر مجھے پینے کے لئے دے دیا جو میں نے پی لیا۔ پھر سورۃ فتح کی بیعت کے بارے میں آیات مجھے پڑھوائیں اور بتایا کہ ہم نے تمہیں نگاہوں سے پلایا ہے۔ واپسی پر پہلے کی طرح سجدہ تعظیمی مجھ سے کرایا گیا۔ یہ بیعت کا پہلا مرحلہ تھا۔ دوسرے مرحلے میں اسی طرح کچھ چیزیں ہمارے پیسے سے منگوائیں۔ ان کے کچھ نام رکھے ہوئے تھے وہ مجھے بتائے پھر مجھ سے قسم لی کہ یہ راز نامحرموں کو نہ بتائیں۔ جاتے ہوئے اور آتے ہوئے سجدہ تعظیمی کرایا گیا۔ میں تقریباً ڈیڑھ سال ان کے ساتھ منسلک رہا۔ وہ تو کچھ بتاتے نہیں تھے میرے سوال پر کہتے تھے کہ دس آدمی مرید کراؤ پھر کچھ بتائیں گے اس لئے میں ان کے خاص محرم راز سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر کار مجھے سوائے کھانے پینے کے اور خرافات کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ جتنے دن میں ان پیر صاحب کے پاس رہتا تھا میری نمازیں بھی چھوٹ جاتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ساتھی مریدوں سے شکوک وشبہات کا اظہار شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس نے مجھے مرید کروایا تھا وہ اور دو اور مرید پیر صاحب سے بدظن ہو کر الگ ہو گئے۔

اس دوران ایک اہم بات یہ ہوئی کہ مجھے مثنوی مولانا رومؒ با ترجمہ اردو پڑھنے کا موقع ملا۔ جوں جوں میں نے اس کا مطالعہ کیا میرا ذہن کھلتا گیا اور کامل شیخ سے ملنے کی آرزو جوان ہو گئی۔ میں تبلیغی جماعت میں جہاں جاتا کامل شیخ کو ڈھونڈتا۔

اس تگ و دو میں ایک اور بریلوی مکتبہ فکر کے پیر سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے کہا کہ پہلے آپ کے نفس کی اصلاح کرنی ہے، جسم کو کمزور کرنا ہے، روح کو طاقت ور کرنا ہے پھر اس کے بعد سبق دیں گے۔ اس کے لئے ایک چلہ اکتالیس دن کا کاٹنا پڑے گا جس میں نہ تو کسی سے ملنا ہے نہ بات چیت کرنی ہے اور نہ ہی کھانا کھانا ہے سوائے پھلوں کے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ میں ایک سیب اور ایک کھجور کے ساتھ روزہ رکھتا اور ایک سیب اور ایک کھجور کے ساتھ روزہ کھولتا۔ میں ایک لیٹر پانی روز پیتا۔ اس میں بھی ہدایت تھی کہ آہستہ آہستہ کم کرتے جائیں۔ دن میں کسی سے بات چیت کرتا نہ کسی کو دیکھتا۔ جب کوئی شخص مجھے سیب دینے آتا تو میں اپنے چہرے پر کپڑا ڈال لیتا تاکہ اسے دیکھ نہ سکوں، وہ چلا جاتا تو پھر ہٹا لیتا۔ ساری رات جاگتا رہتا اور قرآن پاک کی ایک سورۃ کا ورد کرتا رہتا۔ تہجد اور تمام نمازیں پابندی سے پڑھتا۔ دن کو فجر کے بعد سو جاتا تقریباً 12 بجے اٹھ جاتا پھر ذکر اذکار میں لگ جاتا۔ یہ سارا کچھ میں اس لئے جھیل گیا کہ مجھے جنون کی حد تک ذکر و تزکیہ کا شوق تھا۔ جب 43 دن کے بعد مجھے باہر لایا گیا تو سورج کی روشنی دیکھ کر مجھے عجیب سا محسوس ہوا۔ میں بے حد کمزور ہو گیا تھا، میرا وزن 12 کلوگرام ہو گیا تھا۔ میں موٹر سائیکل کو سٹارٹ بھی نہیں کر سکتا تھا اور کار کا پہیہ بھی تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ دو سال گزر گئے ہیں لیکن میرا جسم پہلے کی طرح وزن اور طاقت حاصل نہیں کر سکا۔ جہاں جسم میں کمزوری ہو گئی وہیں کچھ فوائد بھی حاصل ہوئے۔ مجھے یکسوئی حاصل ہوئی، میرا ذہن اور سینہ کھل گیا، اور ذکر و اذکار کی وجہ سے چہرہ نورانی ہو گیا۔ میرے گھر والوں نے کہا کہ واقعی تمہارے چہرے پر نور نظر آتا ہے۔ گھر آنے کے دس پندرہ روز کے بعد میں ان کے پاس گیا تاکہ مجھے اگلا سبق دیں لیکن وہ اپنے کاروبار میں مشغول تھے اور ان کے پاس میرے ساتھ بات کرنے کا بھی وقت نہیں تھا۔ میں مایوس ہو کر واپس چلا گیا تقریباً پندرہ روز بعد دوبارہ آیا اور ان کے معمولات دیکھے تو مجھے احساس ہوا کہ یہ صوفی نہیں بلکہ عامل ہیں۔ میرے بار بار کے تقاضے پر انہوں نے کہا کہ میں آپ کو اپنے پیر کے پاس لے جاتا ہوں آپ ان سے بیعت ہو جائیں۔ میں ذرا ہچکچایا تو انہوں نے کہا کہ وہ بڑے پیر ہیں ان سے بیعت ہونے کا زیادہ فائدہ ہوگا۔ میں ان کے پاس گیا تو

دیکھا کہ وہ باشرع تھے سر پر ہری پگڑی پہنی ہوئی تھی اور لوگوں کو تعویذ دے رہے تھے اور دم کر رہے تھے میں بیٹھا رہا دو نمازیں بھی گزر گئیں لیکن انہوں نے میرے سامنے نماز نہ پڑھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں پھر ایک بے نماز کے پاس پھنس جاؤں گا، یہ سوچ کر میں نے اجازت لی اور واپس آ گیا۔

میں نے چلے کے دوران رو رو کر دعا مانگی تھی کہ یا اللہ تو اگر ہدایت دے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر تو نہ دے تو کوئی دے نہیں سکتا۔ شاید قبولیت کا وقت آ گیا تھا لیکن ابھی کچھ مجاہدہ باقی تھا۔ کرناٹک سے مشائخ دیوبند میں سے ایک شیخ ہمارے شہر میں آتے تھے، وہ ذکر جہری کرتے تھے۔ میں تین ماہ ان کی مجلس ذکر میں جاتا رہا اس دوران مجھے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تعارفی کتاب پڑھنے کو ملی۔ جب میں نے ''تعارف'' کا مطالعہ کیا تو ایک ہی بار میں مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی میں شیخ کامل کے بارے میں بیان کردہ تمام خصوصیات اس میں نظر آنے لگیں میں نے کتاب کے مالک سے کہا کہ مجھے چنائے (مدراس) میں ان شیخ صاحب کے پاس لے چلو، انہوں نے کہا کہ تین دن بعد چلیں گے۔ لیکن میرے اصرار پر ایک دن پہلے ہی ہم شیخ محمد مالک صاحب جو ہندوستانی ہیں، حضرت شیخ المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کے صاحب مجاز ہیں اور انہیں بیعت کی بھی اجازت ہے کے پاس چلے گئے جیسے ہی میں نے ان کی زیارت کی میرے دل نے کہا کہ تمہارا شیخ یہی ہوسکتا ہے پھر میں نے اسی وقت بیعت کر لی۔

شیخ نے مجھے ذکر کا طریقہ بتایا اور ساتھ ہی ہدایت کی کہ تہجد کے بعد اور مغرب کے بعد کا ذکر ضروری ہے۔ اس کو پابندی سے کرنا۔ میں نے ذکر شروع کر دیا۔ پہلے میں جس پیر سے ملا کسی نے مجھے ذکر قلبی نہیں بتایا جبکہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی فضیلت بیان کی ہے اور جو منازل انہوں نے بتائے تھے وہ اس سلسلے میں کرائے جاتے ہیں اور کتاب ''تعارف'' میں بھی موجود ہیں۔ لہٰذا مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ ذکر قلبی ملنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ مجھے میری دولت گم گشتہ مل گئی ہے۔ میں نے پوری دلچسپی اور دلجمعی سے ذکر شروع کر دیا۔

میں پندرہ دن کے بعد دوبارہ گیا۔ مغرب اور تہجد کے دو ذکر کئے اور ان سے شعبان اور رمضان میں ایک چلہ لگانے کی اجازت طلب کی جو انہوں نے خوشی سے دے دی۔

میں 15 شعبان کو اپنے شیخ کے پاس پہنچ گیا۔ مجھ پر 15/20 سال سے ایک جنی سوار تھی۔ جس نے مجھے تنگ تو نہیں کیا لیکن جیسے ہی میں نے ذکر شروع کیا اس نے مجھ پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور مجھے ذکر کرنا مشکل ہو گیا۔ ہمارے شیخ محمد مالک صاحب نے دیکھا اور میری اس سے جان چھڑوائی۔ جیسے ہی وہ نکلی میرا جسم ہلکا ہو گیا اور ذکر جاری ہو گیا۔ ساتھ ہی شیخ سے میری عقیدت میں اضافہ ہو گیا۔ چلے میں تین چار دن ہی گزرے تھے کہ ایک دن میں اشراق کے بعد لیٹ گیا ابھی لیٹا ہی تھا کہ میرے دل نے اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا، میں اٹھ کر بیٹھ گیا، مجھے بہت خوشی محسوس ہوئی۔ اب یہ حال ہے کہ سوتے وقت بھی دل اللہ اللہ کرتا رہتا ہے۔ آہستہ آہستہ مجھے محسوس ہونا شروع ہوا کہ میرے جسم کا ہر عضو ذکر کرتا ہے۔ اسی چلے میں شیخ نے مجھے مسجد نبوی کا مراقبہ کرا دیا۔ اسی چلے میں میں نے خواب دیکھا کہ میں مسجد نبوی میں ہوں۔ چبوترے پر میرے شیخ (محمد مالک) صاحب بیٹھے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کیسے بیٹھے ہیں انہوں نے فرمایا کہ یہی تو میرا کام ہے۔

اس کے بعد میری تمنا تھی کہ حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کی زیارت کروں۔ نومبر 2010ء میں مجھے انڈیا کے ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ پاکستان آنے کا موقع ملا۔ الحمدللہ کہ نہ صرف مجھے ان کی زیارت نصیب ہوئی بلکہ انہوں نے مجھے روحانی بیعت سے سرفراز فرمایا۔

سلسلے میں آنے کے بعد میں نے تحریری اور زبانی دعوت دینی شروع کر دی جس کے نتیجے میں دو آدمیوں نے ذکر شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائیں۔

اکرم التفاسیر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اور اتباع

31-12-10

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ
حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ②
اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③ وَ
كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ
هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ④ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ
بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑤ فَلَنَسْــَٔـلَنَّ
الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْــَٔـلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ⑥
فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآىِٕبِيْنَ ⑦
وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑧ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ
فَاُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
يَظْلِمُوْنَ ⑨ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا
لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑩

(سورۃ الاعراف: 1 تا 10)

ترجمہ: بامحاورہ ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے تو جن لوگوں کے پاس اللہ کے پیغمبر بھیجے گئے ان سے پرسش ہوگی اور رسولوں سے بھی پوچھا جائے گا اور پھر ہم تمام لوگوں کو اپنے علم سے بتائیں گے جو انہوں نے کیا۔ اس لئے کہ ہم غیر حاضر نہیں تھے اور اس دن حق اور انصاف کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔ جس کا پلڑا بھاری ہوگا وہ لوگ کامیاب ہوں گے اور جس کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جنہوں نے اپنا نقصان کیا اور ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا جو ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے ان کی حق تلفی کرتے تھے ہم نے تم لوگوں کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور تمہارے لئے سامان زندگی پیدا کئے۔ فرمایا لیکن بہت کم لوگ ہیں جو شکر کرتے ہیں۔

یاد رہے! اولاد آدم کے ایک ایک فرد سے پرسش ہوگی کہ تمہارے پاس اللہ کا رسول تشریف لایا، اللہ کا کلام لایا، اللہ کی کتاب لایا، اللہ کے احکام لایا، ان کی پیروی تم نے کس حد تک کی؟ اس عالم دنیا میں تو کوئی حاکم ہے کوئی محکوم ہے، کوئی دولت مند ہے کوئی غریب ہے اور اس کے اعتبار سے یہاں سلوک ہوتا ہے۔ کوئی معتبر آدمی ہے تو اس کا بہت لحاظ کیا جاتا ہے کہ اس کو کرسی پر بٹھایا جائے اور عام شخص کو کھڑا رکھا جائے۔ آخرت کا معیار دنیاوی عہدے، خاندان یا نسل وغیرہ سے نہیں ہوگا کہ کون کس خاندان سے ہے، کس کا باپ اچھا تھا، کس کا باپ غریب تھا، کس کے پاس کتنی دولت تھی، کتنی گاڑیاں تھیں، کون کتنا امیر تھا۔ بلکہ سیدھا سیدھا سوال ہوگا کہ تمہارے پاس میرے رسول تشریف لائے تم نے کیا جواب دیا؟ تم

نے ان کی کتنی بات قبول کی اور کتنی بات کو نظرانداز کردیا؟ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ اور انبیاءؑ ورسلؑ سے بھی پرسش ہوگی کہ آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے میرا پیغام پہنچایا تو اس کا کیا ہوا؟ یہ جو میری مخلوق تھی جنہیں میں نے پیدا کیا، جنہیں میں نے تمام خصوصیات دیں، وہ ہرلحہ میری بے پناہ نعمتیں استعمال کرتے تھے، پھر انہوں نے میرے پیغام کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو وہاں معیار یہ ہوگا کہ کتنے لوگوں نے انبیاءؑ کی اطاعت کی اور احکام الٰہی کو کس خوش دلی سے، کس خلوص سے مانا یا ان کا انکار کرکے کافر ہوا یا مانا اور اقرار کیا لیکن عمل نہیں کیا، فاسق وفاجر ہوا۔ اور فرمایا فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ ہم اپنے علم سے ان تمام لوگوں کو ان کا کردار اور عمل اور جو دنیا میں وہ کرتے رہے اس کے بارے خبردار کریں گے۔ بتائیں گے کہ تم نے یہ بھی کیا، تم نے یہ بھی کیا، تم نے یہ بھی کیا۔ وَمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ہم کبھی غیرحاضر نہ تھے۔ یعنی اللہ کریم کے فرشتے بھی لکھ رہے ہیں، کراماً کاتبین بھی لکھ رہے ہیں، فضا میں بھی ایک تاریخ لکھی جارہی ہے۔ ہرعمل کی ایک اپنی شکل بھی ہے۔ ہرعمل اپنی شکل میں بھی موجود ہے۔ ان سب کے باوجود اللہ کریم ذاتی طور پر بھی ہر شئے کو جانتا ہے، ہمہ وقت ہرجگہ موجود ہے، خود دیکھ رہا ہے، خود سن رہا ہے اور خود ذاتی طور پر بھی جانتا ہے یعنی یہ تین بہت بڑی شہادتیں ہیں انسان کے پاس۔ ایک تو کراماً کاتبین لکھ رہے ہیں، ایک وہ جو عمل بھی ہورہا ہے جو لفظ بھی زبان سے نکل رہا ہے وہ مٹ نہیں جاتا۔ آج کی سائنس اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتی ہے کہ کسی زمانے میں بھی کسی نے کوئی بات کی ہو تو وہ ہوا میں موجود ہے، اسے واپس لایا جاسکتا ہے۔ یہ انسانی آلات کا نتیجہ ہے لیکن اللہ کے ہاں ہر چیز ہمہ وقت موجود ہے۔ تیسرا خود اللہ کریم دیکھ بھی رہے ہیں، سن بھی رہے ہیں۔ تو آدمی اپنی حیثیت کو دیکھے کتنا بھی بڑا ہوجائے لیکن اللہ کی ادنیٰ سی، ایک حقیر سی مخلوق ہے۔ مٹی، آگ، ہوا، پانی کے اجزاء سے اللہ نے اسے صورت عطا کردی، شعور عطا کردیا، زندہ رہنے والا دل عطا کردیا، پرنور آنکھیں عطا کردیں، سماعت عطا کردی، سوچنے سمجھنے کی قوت، بولنے کی قوت عطا کردی اور بے شمار نعمتیں پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک اس کی ضروریات کی تکمیل کے لئے پیدا فرمادیں۔ اب اگر یہ ساری نعمتیں حاصل کرنے کے بعد، ان ساری نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کے بعد اس کے پاس کوئی رسولؑ بھی نہ آتا تو بھی عظمت الٰہی کا اقرار اس کے لئے ضروری تھا۔ شواہد کو، حالات کو، دنیا کو، مخلوق کو دیکھ کر خالق کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ اتنا شعور انسان کو اللہ کریم نے دیا ہے لیکن پھر اس نے یہ کرم فرمایا کہ اس نے اپنے انبیاءؑ اور رسولؑ بھیجے اور ہم وہ خوش نصیب ہیں جن کی طرف محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جو انبیاءؑ کے بھی امام ہیں، رسولوںؑ کے بھی امام ہیں۔ اور جب آپ ﷺ تشریف لائے تو پھر کسی کے آنے کی حاجت باقی نہ رہی۔ قیامت تک کوئی نئی نبوت نہیں آئے گی یا نئی کتاب نہیں آئے گی۔ اللہ کریم نے اس کتاب کی حفاظت کا اہتمام فرمادیا اس کی حفاظت کا ذمہ اپنے ذمے لے لیا۔ کتاب محفوظ رہے گی تو اس کا مطلب ہے اس کے لکھنے والے بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ کی کتاب چلتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنے والے بھی اور سمجھنے والے بھی ہوں گے، کتاب کو سمجھانے والے بھی ہوں گے اور ایسے خوش نصیب بھی ہوں گے جو اس کتاب کے مطابق عمل کریں گے۔ کتاب باقی رہے گی تو جس ہستی پر کتاب نازل ہوئی اس کی زندگی کا لحہ لحہ بھی تاریخ میں باقی رہے گا اور حضور اکرم ﷺ کا پیغام افراد تک پہنچتا رہے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس سارے منظر میں کس نے کتنی بات قبول کی؟

حکومت ایک قانون بناتی ہے تو وہ یہ چاہتی ہے کہ پورے ملک کی رعیت اسے قبول کرے، اس کے مطابق عمل کرے۔ حالانکہ حاکم بھی ہم ہی میں سے ہیں جو ہمارے جیسے محتاج انسان ہیں۔ آج

ہیں کل نہیں ہوں گے۔ عارضی وقتی لمحاتی حکومتیں، عارضی اقتدار ہے، چند روزہ اقتدار ہے۔ کتنے بڑے بڑے سلاطین و امراء اور حاکم آئے اور چلے گئے اور آج ان کی قبروں کے نشان باقی نہیں ہیں۔ تو اگر انسان کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی اتنی لازمی ہے تو اللہ جل شانہٗ کے دیئے ہوئے قوانین کی پابندی کتنی اہم ہے اور نہ کرنے والے کا کیا حشر ہوگا؟ کہنے کو ہم اسلامی ریاست ہیں لیکن بڑی خوبصورتی کے ساتھ سیکولر ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ پچھلے دنوں سیاستدانوں میں بڑا شور تھا کہ صرف جمہوریہ پاکستان ہونا چاہئے، اس کے نام سے اسلامی کو مٹا دو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے ساتھ زائد لفظ جو ہے وہ جمہوریہ ہے، جمہوریہ کو مٹانا چاہئے، اسلامی پاکستان رہنا چاہئے۔ پاکستان اسلامی ہوتا تو اسمبلیاں نئے قوانین نہ بناتیں بلکہ قانونِ شریعت ہی کی تشریح کرتیں، شرح کرتیں اور حالات کے مطابق اس کا مفہوم بیان کرتیں کہ آج اس حکم پر اس طرح سے عمل کیا جانا ممکن ہے اور کیا جانا چاہئے۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ کے قانون کو ہم پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ہماری اسمبلیاں جن میں اکثریت ان پڑھ لوگوں کی ہے جعلی ڈگریوں والوں کی ہے وہ قانون بناتی ہیں یعنی اللہ کے قانون کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنی پسند سے بناتی ہیں اور اتنے دینی شعور رکھنے والے لوگ ہیں کہ ایک مرکز کے وزیر نے پہلے کہا یہ جو ہمارا سڑکوں کا وزیر ہے اسے کیا کہتے ہیں یعنی اسے محکمے کا بھی پتہ نہیں۔ ان کا تعلق سرحد سے ہے۔ انہیں تلاوت کے لئے کہا گیا اور انہوں نے سورۂ اخلاص، قل شریف پڑھی اور غلط پڑھی اور دو دن پہلے غالباً وزیر داخلہ رحمٰن ملک صاحب کو کہا گیا تلاوت کے لئے اور انہوں نے سورۂ اخلاص، قل شریف ہی پڑھا اور غلط پڑھا۔ قل شریف ایک ایسی سورۃ ہے کہ بچے کو کوئی نماز یاد کراتا ہے تو اسے قل شریف یاد کراتا ہے۔ چرواہے، جاہل، گڈریے، ہل چلانے والے، مزدور جنہوں نے الف ب نہیں سیکھا وہ بھی جانتے ہیں۔ ہر کوئی جو نماز پڑھتا ہے جانتا ہے، خواتین گھروں میں پڑھتی ہیں، قل شریف سب کو آتا ہے۔ وہ نماز میں پڑھتے ہیں بلکہ عام لوگوں کا خیال ہے کہ نماز میں پڑھا ہی قل شریف جانا چاہئے اور اگر وہ چار رکعت نفل پڑھتے ہیں تو چار دفعہ قل شریف پڑھتے ہیں۔ چار رکعت فرض پڑھتے ہیں تو قل شریف ہی پڑھتے ہیں۔ نوافل پڑھتے ہیں تو قل شریف پڑھتے ہیں۔ اب ہمارے ہاں مرکزی وزراء کو اگر قل شریف بھی نہیں آتا تو وہ قانون بناتے ہیں اور اس پر اصرار ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرو اور اللہ کے قوانین کو نہیں پوچھا جاتا۔ تو فرمایا یہ نہ سمجھو کہ کوئی نہیں پوچھے گا۔ فرمایا: ہم پوچھیں گے، ہر ہر بندے سے پوچھیں گے کہ میرا حبیب ﷺ تمہارے پاس تشریف لایا تم نے کس حد تک اس کے ارشاد کو قبول کیا اور انبیاءؑ سے بھی پوچھیں گے، وہ گواہ ہوں گے اپنی امتوں پر کہ کس نے ان کی تابعداری کی اور کس نے ان کے احکام کو نظر انداز کیا؟ اور پھر اسی پر بس نہیں ہے۔ فرمایا: ان لوگوں کو تو شاید باتیں بھول جائیں، بندہ کر کے بھول جاتا ہے، ہم نہیں بھولنے دیں گے۔ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ ہم اپنے علم سے بیان کریں گے۔ اس لئے کہ ہم ذاتی طور پر موجود تھے۔ یہ کتنی دیدہ دلیری ہے کہ اللہ کا کھاتے ہیں، اللہ کی مخلوق ہیں، ایک ایک دم اس کی قدرت سے اس کی اجازت سے لے رہے ہیں اور اس کے روبرو اسی کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور پھر فرمایا: اس دن اعمال کو تولا جائے گا، عمل اور انصاف کے ساتھ تولا جائے گا۔ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ پورے انصاف اور حق کے ساتھ تولا جائے گا۔ میزان میں ایک طرف نیکیاں رکھ دی جائیں گی اور ایک طرف نافرمانیاں۔ وہ قادر ہے ہر عمل کو ایک صورت دے دے، ایک شکل دے دے، ایک وزن دے دے۔ ہر عمل میں بندے کے خلوص کے حساب سے اس کا وزن ہوگا۔ ایک بندہ سجدہ کرتا ہے لیکن اس کا دل اس میں نہیں

لگا، اس کا وزن ہلکا ہوگا۔ ایک بندہ پورے خشوع وخضوع سے، دل سے سجدہ کرتا ہے اس کا وزن اور ہوگا۔ پھر ہر بندے کا خشوع و خضوع اپنا ہے جس کا جتنا زیادہ ہوگا اتنا وزن ہوگا۔ جس کا جتنا خلوص ہوگا جو دل سے اتباع کرے گا اور صرف سجدہ ہی نہیں ہر کام یا اطاعت ہے یا نافرمانی ہے۔ ہر کام کو تولا جائے گا۔ جو کام اطاعت کے زمرے میں آتے ہیں وہ نیکیوں کے پلڑے میں ہوں گے۔ وہ قادر ہے ہر عمل کو شکل دے دے اور اگر وہ کسی عمل کو متشکل نہ کرے اور اس کی کیفیت ہی کا وزن کرنے لگ جائے تو کون روک سکتا ہے، وہ قادر ہے۔ سو نیکیاں زندگی بھر کی ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں گی لیکن جو خطائیں ہوئی ہیں جو گناہ ہوئے ہیں وہ گناہ جن سے بندے نے توبہ نہیں کی، بندہ گناہ کر کے، خطا کر کے بھول جانے کی عادت رکھتا ہے۔ اگر گناہ کو گناہ سمجھے تو پھر توبہ کرتا ہے۔ توبہ کا معنی یہ نہیں ہوتا کہ زبانی توبہ کریں یہ حدیث شریف کا ایک حصہ ہے الندم توبہ ارشادات نبوی ﷺ میں آتا ہے او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ نادم ہونا ہی توبہ ہے۔ دل میں ندامت کسی کو ہوتی ہے، کسی عمل سے، کسی گناہ سے تو اس کا دل میں نادم ہونا بھی توبہ ہے لیکن شرط یہ ہے کہ آئندہ وہ یہ گناہ چھوڑ دے پھر نہ کرے۔ اس کے بدلے جو صحیح کام ہے وہ کرے، اللہ معاف کرنے والا ہے۔ لیکن جن کی توبہ بھی نہ کی، بھول گئے۔ فرمایا: وہ تو وزن میں رکھے جائیں گے اور بڑے حساب سے وزن کیا جائے گا۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨﴾ وہ کامیاب ہوں گے، وہ جیت گئے۔ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ اور جس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا پڑ گیا، گناہ کا پلڑا بھاری ہو گیا فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُم بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا۔ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اللہ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، نبی کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، احکام الٰہی کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا، اس کا اپنا نقصان ہوتا ہے۔ خطا کار اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مار رہا ہے، دوسرے کا کچھ نہیں بگاڑ رہا۔ تو فرمایا: جن کی نیکیاں کم پڑ گئیں، گناہ کا وزن زیادہ ہو گیا تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا، اپنے آپ کو خسارے میں رکھا۔ لیکن گناہ ہے کیا؟ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ فرمایا: یہ میری آیات کے ساتھ ظلم کرتے رہے۔ ظلم ہوتا ہے وَضَعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ۔ کسی چیز کو ایسی جگہ رکھنا جو اس کا مقام نہیں ہے۔ کوئی ایسی بات کرنی جو بے محل ہو، کوئی ایسا کام کرنا جو بے محل ہو۔ تو آیات الٰہی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کا کلام ہے اور اس کے مطابق اس کی عزت اور احترام بھی کیا جائے۔ اللہ کی شان کے مطابق توجہ سے سنا جائے اور پھر پورے خلوص سے اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ تو حق ادا ہوا آیات قرآنی کا۔ اب کسی نے سننا ہی گوارا نہ کیا اور سنی ان سنی کر دی، عمل اس کے خلاف کئے تو فرمایا: اس نے میری آیات کے ساتھ ظلم کیا، اس کی حق تلفی کی، نہ اس کی قدر کو پہچانا، نہ اس کی عظمت کو پہچانا، نہ اس کی اہمیت کو پہچانا بلکہ اپنی مرضی کی اللہ کی مرضی کو چھوڑ کر، اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اپنے نفس اور شیطان کی مرضی پر انہی کے کہنے پر عمل کرتا رہا تو اس نے کتنی بڑی زیادتی کی۔ یہ یاد رکھیں اور یہ وزن بھی انہی لوگوں کا ہوگا جن میں نور ایمان ہے۔ اللہ کی وحدانیت، حضور اکرم ﷺ کی رسالت اور ضروریات دین پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن عمل درست نہیں ہے۔ ایک شخص کا ایمان ہی نہیں ہے تو ایمان جس میں نہیں ہے اس سے کسی نیکی کا ظہور اور شہود ممکن ہی نہیں۔ بعض کافر بھی بڑے اچھے اچھے کام کر جاتے ہیں۔ تالاب بنوا دیتے ہیں، راستہ بنوا دیتے ہیں، ہسپتال بنوا دیتے ہیں، غریب کی مدد کر دیتے ہیں، سکول بنوا دیتے ہیں اور اچھے اچھے کام کر دیتے ہیں۔ تو کافر کا چونکہ نہ اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت پر ایمان ہے لہٰذا وہ اچھا کام بھی کرتا ہے تو دنیاوی فائدے کے لئے کرتا ہے چونکہ آخرت پر

تو اس کا ایمان ہی نہیں۔ اگر وہ کوئی بھلائی کا کام بھی کرتا ہے تو اس کے ذہن میں اس سے کچھ حاصل کرنا یا کسی تکلیف کا مداوا یا کسی شہرت کا حصول یا حصول زر مقصود ہوتا ہے۔ چونکہ آخرت کو نہ وہ مانتا ہے نہ آخرت پر اس کا ایمان ہوتا ہے اور نہ ہی وہ نیکی کرتا ہے تو آخرت میں اس کی نیکی کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ ہاں اس کی نیکی اسے دنیا میں لوٹا دی جاتی ہے۔ جس غرض سے اس نے نیکی کی ہوتی ہے اسی مد میں اسے لوٹا دی جاتی ہے۔ کوئی شہرت کے لئے کرتا ہے تو اس کی شہرت ہو جاتی ہے، کوئی پیسے کے لئے کرتا ہے تو پیسہ پا لیتا ہے، کوئی کسی دکھ تکلیف سے بچنے کے لئے کرتا ہے تو اللہ کریم کی شان ہے وہ اسے اس میں سہولت دے دیتے ہیں۔ یہ اللہ پاک کی مرضی وہ کافر کی نیکی کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ لیکن کافر کیونکہ نیکی آخرت کے لئے کرتا ہی نہیں تو آخرت میں کافر کے اعمال کا وزن کیا ہوگا؟ کافر کے پاس صرف برائیاں ہوں گی اسے تو جہنم ہی جانا ہے۔ جو وزن کم پڑ گیا یا زیادہ ہو گیا یہ مومن کے لئے ہے یا ہمارے لئے ہے ہمیں اس کی فکر ہونی چاہئے۔ ہمارے پیش نظر یہ بات ہونی چاہئے کہ ہمیں کل اس آزمائش سے گزرنا ہے اور اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے، اللہ کریم کا کرم بہت وسیع ہے اور اس کی بڑی عظمت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث شریف مجھے یاد آتی ہے کہ کسی نے ایک تسبیح پورے خلوص سے پڑھی، اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمدللہ یہ سب تسبیحات ہیں۔ کہیں پورے خلوص سے، خلوص نیت سے، صحیح عقیدے کے ساتھ، کسی کے دل سے ایک تسبیح نکلی، اس کا وزن اتنا ہوگا کہ اس کی زندگی بھر کے گناہوں سے زیادہ ہوگا اور اس کی بخشش کے لئے کافی ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں خلوص دل ہو، خلوص نیت ہو اور پھر جن کو خلوص دل سے تسبیح نصیب ہوتی ہے ان کی زندگیاں بدل جاتی ہیں، اللہ انہیں ضائع نہیں فرماتا۔ اصحاب بدر کے بارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ بدر میں شریک تھے وہ جنتی ہیں اور جنت ان کا حق ہے، جنت ان پر واجب ہو گئی خواہ وہ کچھ بھی کریں۔ تو کسی خادم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر وہ شرک کر بیٹھیں، ریا کر بیٹھیں تو آپ ﷺ کا جواب یہی تھا کہ کچھ بھی کریں۔ یہ مفہوم ہے اس حدیث مبارکہ کا او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ تو اس پر علمائے حدیث بحث فرماتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے کہ مشرک کو معاف نہیں کروں گا اور حضور اکرم ﷺ سے جب پوچھا گیا تو فرمایا کچھ بھی کریں تو شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ ہوتا یہ ہے کہ جن کے لئے اللہ نے جنت واجب کر دی یا نبی کریم ﷺ نے جس کے جنتی ہونے کی خبر دے دی اسے اللہ توفیق عمل بھی وہ دیتا ہے جو اہل جنت کی ہوتی ہے یعنی وہ ایسا کام کر ہی نہیں سکتا، ایسا کام کرتا ہی نہیں جو جنتیوں کے عمل کے خلاف ہو۔ تو یہی بات یہاں بھی منطبق ہوتی ہے کہ اگر کسی کی ایک بھی تسبیح قبول ہو جائے تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ پھر اللہ جب اس کے لئے جنت قرار دیتا ہے تو اسے توفیق دے دیتا ہے کہ اس کا عقیدہ، اس کا ایمان، اس کی سوچ اور اس کا عمل اور اس کا کردار جنتیوں کی طرح کا ہو جاتا ہے۔ میں سوچتا ہوں الحمدللہ ہم مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے، ہمارے کان میں پہلی آواز عظمتِ رسالت وعظمت پیامبر ﷺ کی گونجی، اللہ کی اطاعت کی گونجی، ہمارے کان میں اذان دی، والدین نے ہمیں نیکی بدی کی تمیز سکھائی، عبادات، نماز، روزہ سکھایا، قرآن کریم پڑھایا، دینی تعلیم بھی دی، دنیاوی تعلیم بھی دی، یہ کتنا اللہ کا احسان ہے۔ پھر زندگی بھر ہم ٹوٹی پھوٹی نمازیں بھی پڑھتے رہے، روزے بھی رکھتے رہے لیکن جب موت کا نام آتا ہے تو ہم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ موت کیا ہے؟

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

اس سے تو حقیقی زندگی شروع ہوتی ہے۔ دنیا کی زندگی تو عارضی ہے، موت سے وہ زندگی شروع ہوتی ہے جسے کبھی ختم ہی نہیں

ہونا۔تو ایک بندہ کسی عارضی جھگی میں، جھونپڑے میں رہتا ہے۔ اسے وہاں سے کسی پکے گھر میں جو ہمیشہ کے لئے اسے دے دیا جائے، منتقل کر دیا جائے تو وہ ڈرتا کیوں ہے؟ اسے تو خوش ہونا چاہئے وہ جو علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے

نشان مرد مومن باتو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

کہتا ہے میں تجھے مومن کی نشانی بتاؤں جب موت آتی ہے تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل جاتی ہے اس لئے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس عارضی دنیا کو، عارضی جھونپڑی کو چھوڑ کر محلات کو جا رہا ہے، خوش ہوتا ہے۔ہم کیوں ڈرتے ہیں؟ ہم اس لئے ڈرتے ہیں کہ ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات نہیں مانی۔ ہمارے اندر جو ڈر ہوتا ہے کہ جو میں کرتا رہا ہوں شاید میں گھر نہیں پہنچوں گا، شاید مجھے کسی ویرانے میں نہ پھینک دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مہم پہ صحابہ کرامؓ کو بھیجا۔ان سے دھوکہ ہوا، انہیں شہید کر دیا گیا۔ ایک کافر نے ایک صحابیؓ کو نیزہ مارا جوان کے سینۂ مبارک سے پار ہوگیا تو آخری لفظ جوان کے منہ سے نکلے وہ تھے فـزت بـرب الکعبہ، رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔اس کو نیزہ مارنے والا مبہوت ہوگیا۔اس نے کہا کمال ہے میں نے اسے مار دیا، قتل کر دیا، یہ کامیاب ہوگیا؟ اس کی زندگی کیسے کامیاب ہوگئی؟ چونکہ اپنے طریقے سے بھی یا کسی طرح سے بھی کعبہ اور رب کعبہ کا تصور ان کے پاس بھی بڑی عظمت رکھتا تھا۔تو وہ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ رب کعبہ کی قسم بھی کھا رہا ہے اور مرتے وقت کوئی جھوٹی قسم نہیں کھاتا لیکن یہ بات اس مارنے والے کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ مدینہ منورہ کو چل پڑا۔کسی نے دیکھ لیا۔بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی گئی کہ جنہوں نے صحابہؓ کو شہید کیا ان میں سے ایک قاتل آ رہا ہے، اجازت ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔فرمایا: اگر وہ یہاں آ رہا ہے تو اسے آنے دو۔

سیدھا بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا اور اپنا سوال پیش کیا۔یا رسول اللہ ﷺ اس بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیسے جیت گیا؟ تو آپ ﷺ نے جو فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ کچی جھونپڑی میں، عارضی دنیا میں تھا، وہاں یہ اپنے محلات میں چلا گیا وہ جیت گیا، کامیاب ہوگیا۔راستے میں اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا۔تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ وہ راستہ مجھے بھی سکھا دیں۔یعنی اس صحابیؓ کی شہادت اس مشرک کے ایمان لانے کا سبب بنی۔ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ بندے کی زندگی بھی دوسروں کی اصلاح کا سبب بنے اور اس کی موت بھی دوسروں کی بھلائی کا سبب بنے۔ **وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ** فرمایا یہ تمہارا کمال نہیں ہے کہ تم زمین پر قابض ہو، تم جو چاہو کرو تم کچھ نہیں ہو۔ یہ میں ہوں، اللہ کی ذات ہے، جس نے تمہیں زمین پر رہنے کی جگہ دی، جس نے زمین کی ساری مخلوق کو تمہاری خدمت پہ لگا دیا۔ جانوروں پر سواری کرتے ہو، جانوروں کا دودھ پیتے ہو، جانوروں کا گوشت کھاتے ہو، ان کی کھال سے جوتے بناتے ہو، پرندوں کا شکار کرتے ہو، ان کے انڈے کھاتے ہو، گوشت کھاتے ہو، درختوں سے پھل کھاتے ہو، زمین سے کھیتیاں اُگاتے ہو، کون سی نعمت ہے جس کے مزے تم نہیں لوٹ رہے؟ یہ تم نہیں ہو یہ میں ہوں جس نے تمہیں یہ توفیق عطا کی۔ **مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ** میں نے تمہیں یہاں بسایا اور اختیار دیا اور شعور دیا اور یہ نعمتیں استعمال کرنے کی استطاعت دی۔ یہ بیس پچیس قسم کی چیزیں استعمال کر لیتے ہو۔ یہ چیزیں بھی میں نے دی ہیں، یہ ذائقہ بھی میں نے دیا ہے۔فرمایا: **وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ**۔ ہم نے تمہیں زمین پر بسایا ہے، اختیار دیا، یہ توفیق دی ہے کہ میری نعمتیں طرح طرح سے استعمال کر رہے ہو، **وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ** یہ سارے اسباب زندگی میں نے پیدا کئے ہیں یہ میری تقسیم ہے، کسی کو غربت وافلاس دے

دی، کسی کو مزدوری دے دی، کسی کو امارت دے دی، غریب اپنی غربت میں آزمایا جاتا ہے کہ اس حال میں اللہ ہی کی طرف لوٹتا ہے یا دولت مندوں کے در پہ سجدہ ریز ہوجاتا ہے۔ امیر اپنی امارت میں آزمایا جاتا ہے کہ اس پہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یا خود فرعون بن بیٹھتا ہے، متکبر ہو جاتا ہے، اکڑ جاتا ہے۔ فرمایا: یہ تقسیم میری طرف سے ہے۔ جس کے پاس چار ٹکے آجائیں وہ سمجھتا ہے میں بڑا دانشور ہوں۔ دانشور وہ ہے جس نے عظمت الٰہی کو پالیا خواہ وہ مفلس ہے خواہ وہ تونگر ہے۔

دانش یہ ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں، ہم حاضر تھے اور بزرگ ساتھی قاضی صاحب بھی بیٹھے تھے۔ اللہ پاک ان کے درجات بلند فرمائے وہ بھی فقیر صفت تھے۔ کسی نے نہرو کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ وہ انہی دنوں مرا تھا تو کسی نے کہہ دیا کہ نہرو بڑا دانشور تھا۔ قاضی صاحب سے برداشت نہ ہوسکا وہ فرمانے لگے کہ بھائی دانشور ہوتا تو اللہ کو پہچانتا، اللہ کے رسول ﷺ کو پہچانتا، جو ساری عمر کا فر رہا اور کفر پر مرگیا وہ دانشور کہاں سے آگیا؟ تم اسے کیسے دانشور کہتے ہو جو مخلوق ہو کر خالق کو نہیں پہچان سکا اور امتی ہو کر اپنے رسول ﷺ کو نہیں پہچان سکا اور کفر پر مرگیا۔ تو فرمایا: زمین پر ہم نے تمہیں آباد کیا، زندگی کے نشیب و فراز ہماری طرف سے ہیں، کسی کو حکومت ملتی ہے ہم ہی دیتے ہیں، کسی کو اقتدار ملتا ہے ہم ہی دیتے ہیں، کوئی فقیر اور غریب رہتا ہے ہم ہی رکھتے ہیں، لیکن سب کو اپنی اپنی جگہ پر رکھا جارہا ہے۔ مصیبت آتی ہے ہم بھیجتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ پھر ہمارے دروازے پہ آتا ہے یا ہمیں چھوڑ کر کسی اور کے پاس مصیبت کو حل کرانے کے لئے جاتا ہے۔ خوشی دیتے ہیں تو ہم ہی دیتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہیں کہ ہمارا شکر ادا کرتا ہے یا اپنی دانش کے قصے بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ سو اس میں تمہارا کوئی کمال نہیں۔ ہم نے تمہیں زمین پر بسایا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ؕ اور تمہارے لئے سامان زندگی پیدا کر دیا۔ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اے انسانو! تم میں بہت تھوڑے لوگ ہیں جو میرا شکر ادا کرتے ہیں۔ بڑے کم لوگ ہیں جنہیں یہ احساس ہے کہ یہ ساری نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں اور جو میرا شکر ادا کرتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اللہ کو پہچاننے کی، نبی کریم ﷺ کے اتباع کی اور آپ ﷺ کی غلامی کی توفیق عطا فرمائے۔ خطاؤں سے گناہوں سے ہماری توبہ قبول فرمائے، توبہ کی توفیق عطا فرمائے، ہماری زندگی میں ہماری اصلاح فرمائے اور اپنے نیک لوگوں کے ساتھ خاتمہ نصیب فرمائے۔ نیک لوگوں کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دعائے مغفرت

☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی مہتاب خان (ہری پور) کی والدہ ماجدہ
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی ماسٹر عبدالحمید (گوجرہ) کی والدہ ماجدہ
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی مشتاق رحمانی (گوجرہ) کی زوجہ محترمہ
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی وقاص اشرف (وزیرآباد) کے والد ماجد
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی خورشید علی (شورکوٹ کینٹ) کی والدہ ماجدہ
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی حبیب اللہ (ستراہ/ سیالکوٹ) وفات پاگئے ہیں
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد نذیر (پاکپتن) وفات پاگئے ہیں
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی رانا غلام قادر (پاکپتن) کی اہلیہ محترمہ
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی صوبیدار محمد اسلم (جلالپور جٹاں) گجرات وفات پاگئے ہیں۔
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی فرزند علی بھٹی (واپڈا ٹاؤن لاہور) کی اہلیہ محترمہ وفات پاگئی ہیں۔

ان سب ساتھیوں کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

بعض کو بعض پر مقدم کہنے کی مذمت

"قولہ تعالیٰ: تِلْكَ الرُّسُلُ الخ البقرہ:253

ترجمہ: یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں۔ الخ

اس میں دلالت ہے اس پر کہ بعض اولیاء کو بعض اولیاء پر رائے محض سے ترجیح دینا نہ چاہئے البتہ ان کے واقعات ذکر کر دینا جائز ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہے مِنهم من کلم اللہ الخ"۔

....

فرمایا: بزرگوں میں آپس میں مقابلہ نہ کیا جائے اور کسی کو کم نہ کہا جائے چونکہ اللہ کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ کوئی کسی سے کم ہے۔ فرمایا کوئی کسی سے زیادہ ہے تو

"ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است"

ہر پھول کی اپنی ایک خوشبو ہوتی ہے جب بزرگوں کی بات آئے تو آپ ان کے واقعات بیان کیا کیجئے کہ فلاں نے یہ فرمایا، فلاں نے یہ، فلاں کی صحبت میں مجھے یہ فائدہ ہوا، فلاں کی مجلس میں میں نے یہ برکت دیکھی۔ یہ واقعات بیان کر دیں۔ ان کا آپس میں موازنہ شروع نہ کر دیں چونکہ جب تولا جاتا ہے تو تولنے والا اس چیز سے طاقت ور ہوتا ہے جسے وہ تولتا ہے۔ ایک شخص دس سیر وزن اٹھا سکتا ہے تو ایک پلڑے میں پنج سیری رکھ کر دوسرے میں پنج سیر ہی تولے گا۔ تو بزرگوں کو مت تولئے کہ آپ ان کے پلے کے نہیں ہیں کہ آپ ان کے وزن کریں کہ فلاں اچھا ہے فلاں اس سے بھی۔ یہ آپ کا کام نہیں۔ ہاں! ان کے واقعات بیان کر دیجئے لیکن آج جہالت کا یہ عالم ہے کہ علماء کہلانے والے لوگ اولیاء اللہ سے استفادہ کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔ آج کل لوگ انبیاءؑ کے بارے میں بھی اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں بھی ایک فریق کہتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ جانتے تھے دوسرا کہتا ہے کہ یہ نہیں جانتے تھے۔ یہ سراسر گستاخی ہے اور انبیاءؑ کی ذات اور بالخصوص حضور اکرم ﷺ کی ذات موضوع مناظرہ نہیں ہونی چاہئے۔

....

"القانی لا یرد"

"قولہ تعالیٰ: لَا انْفِصَامَ لَهَا البقرہ:256

ترجمہ: جس کو کسی طرح کی شکستگی نہیں۔

اس میں دلیل ہے اس پر کہ نسبت مع اللہ (جو کہ عروۃ الوثقیٰ ہے) حصول کے بعد منقطع نہیں ہوتی"۔

....

فرمایا: جو نسبت اللہ تعالیٰ سے نصیب ہوتی ہے اسے کوئی خارجی عنصر نہیں توڑ سکتا۔ جس طرح دین عروۃ الوثقیٰ ہے یعنی ایک مضبوط رسی ہے جسے یہ مضبوط تعلق نصیب ہو گیا وہ محروم نہیں رہتا۔ ہاں جو خود چھوڑ دے تو وہ الگ بات ہے۔ خود ہی توڑ دے تو وہ الگ بات ہے۔ کوئی خارجی عنصر اس نسبت کو نہیں توڑ سکتا۔

....

''ولایت عامہ''

''قولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا البقرہ:257

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔

اس میں اثبات ہے ولایت عامہ کا''۔

....

فرمایا: اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر مومن ایک درجہ میں ولی ہے۔ اس موضوع پر پہلے بھی کئی بیانات میں یہ بات ہو چکی ہے۔

....

''مباحثہ ضرور یہ مضر نہیں خصوص کامل کو اور ابطال مداہنت''

''قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ الخ البقرہ:258

ترجمہ: جب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میرا رب ایسا ہے کہ جلاتا ہے۔

اس میں دلالت ہے اس پر کہ مباحثہ کرنا جب کہ ضرورت دینیہ واقع ہو، تجرید و تفرید کے منافی نہیں خصوص کامل کے لئے و نیز اس میں ابطال ہے مداہنت کا''۔

....

فرمایا: عظمت الٰہی کو ظاہر کرنے کے لئے، قدرت باری کو ثابت کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو ثابت کرنے کے لئے مناظرہ کرنا منع نہیں بلکہ کاملین کو بھی یہ چاہئے کہ محض کرامات سے ثابت نہ کریں دلائل سے بھی ثابت کریں کہ ابراہیمؑ اللہ کے خلیل تھے، کامل تھے لیکن انہوں نے نمرود کے مقابلے میں حق کو دلائل سے بھی ثابت فرمایا۔

....

''طریق مجاہدہ''

''قولہ تعالیٰ: فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ الخ البقرہ:260

ترجمہ: اچھا تو تم چار پرندے لے لو۔

اس میں اشارہ ہے چار قویٰ کی طرف جو معائنہ وحیات حقیقیہ سے مانع ہیں۔ سو طاؤس سے عجب کی طرف اور مرغ سے شہوت کی طرف اور غراب سے حرص کی طرف اور کبوتر سے حب دنیا کی طرف جیسا کہ وہ اپنے آشیانہ سے مالوف ہوتا ہے اور بعض آثار میں بجائے کبوتر کے بطخ اور بعض میں کرگس آیا ہے۔ اول اشارہ ہے حرص غالب کی طرف اور ثانی طول امل کی طرف (پس ان کا افناء مجاہدہ کا طریق ہے)''۔

....

فرمایا: حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی بارالہا تو مردے کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں؟ عرض کی بالکل یقین ہے۔ وہ کیفیت دیکھنا چاہتا ہوں کہ کس طرح مردے زندہ ہوں گے۔ حکم ہوا چار پرندے مختلف نسل کے لے کر انہیں پال لیں۔ اپنے ساتھ مانوس کر لیں تاکہ آپ کے بلانے پر وہ آجایا کریں۔ پھر ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت کوٹ کر ایک کھچڑی سی بنا کر مختلف پہاڑوں پر پھینک دیں۔ ایک ایک کو بلائیں اور دیکھیں کس طرح آتا ہے۔ مردے اس طرح زندہ ہوں گے۔ ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور پھر جب ایک ایک کو پکارا تو ان پرندوں کے ذرات، ہڈیوں کے ریزے، ہوا میں اڑتے آتے تھے، اکٹھے ہوتے جاتے تھے اور ان تک پہنچتے تک پرندہ صحیح سلامت زندہ ہو جاتا تھا۔ یہاں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چار پرندے چار عادتوں کی علامت ہیں۔ حرص، حب دنیا، شہوت اور عجب یعنی اپنی بڑائی میں گرفتار ہونا یا مال کے لالچ میں گرفتار ہونا یا شہوت میں گرفتار ہونا یا حب دنیا میں گرفتار ہونا۔ ان چار چیزوں کو قابو کر لیا جائے یعنی یہ آپ کے قابو میں آجائیں آپ ان کے قابو میں نہ آئیں تو معاملہ بن جاتا ہے۔ بات سدھر جاتی ہے۔

....

''بلا مصلحت احسان جتلانے کی مذمت''

''قولہٗ تعالیٰ: لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى البقرہ:264

ترجمہ: اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔

اس میں بالحاق افادہ بالتصدیق دلالت ہے کہ مرید پر بلا مصلحت احسان جتلانا مذموم ہے''۔

....

فرمایا: اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ شیخ جتنے لوگوں کو فیض پہنچاتا ہے ان پر احسان نہ جتلاتا رہے۔ اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ لوگ اللہ کے بندے ہیں۔ ان کا حق بنتا ہے اگر کسی کو اللہ اللہ سکھاتا ہے یا کسی کو مراقبات کراتا ہے تو اس پر احسان نہ جتاتا رہے کہ میں نے تجھے یہ کرا دیا وہ کرا دیا یہ ضروری نہیں۔ وہ طالب کا حق بنتا ہے۔ وہ اس کا اور اللہ کریم کا معاملہ ہے اور یہ اللہ کریم کی عطا ہے۔

....

''ریاء کی مذمت''

''قولہٗ تعالیٰ: رِئَآءَ النَّاسِ البقرہ:264

ترجمہ: لوگوں کو دکھانے کی غرض سے۔

اس میں مذمت ہے ریاء کی''۔

....

فرمایا: یعنی بظاہر وہ کام نیک ہوتا ہے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں لیکن مقصد لوگوں کو دکھانا ہے کہ وہ مجھے نیک سمجھیں۔ اس میں ریاء کی مذمت ہے۔ اس میں صوفی کے لئے ہدایت ہے کہ وہ کوئی کام یا نیکی بھی کرتا ہے یا مجاہدہ یا ذکر اذکار تو لوگوں کو بتاتا نہ پھرے کہ لوگ اسے پارسا سمجھیں۔ اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ رکھے۔

....

''اجرِ اعمال صالحہ کی طرح اصلاح احوال کا اجر بھی مقصود ہونا''

''قولہٗ تعالیٰ: وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ البقرہ:265

ترجمہ: اور اس غرض سے کہ اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کریں۔

اس میں دلیل ہے کہ اعمال صالحہ سے جس طرح اجر مقصود ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس بھی ان سے مقصود ہے''۔

....

فرمایا: یعنی نیکی سے ایک تو رضائے الٰہی اور ثواب مقصود ہوتا ہے۔ دوسرا اثر نیک عمل کا یہ بھی ہے کہ اصلاح نفس ہوتی ہے۔ نیکی سے مزید نیکی کی توفیق ہوتی ہے۔ جس طرح ایک گناہ دوسرے گناہ کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح نیکی بھی نیکیاں بڑھانے کی توفیق عطا کرتی ہے۔

....

''علاج باطنی''

''قولہٗ تعالیٰ: اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ البقرہ:268

ترجمہ: شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے۔

اس میں بخل کا علاج ہے علم سے جیسا اس کا ماقبل میں علاج ہے عمل سے''۔

....

فرمایا: یعنی نیکی جس طرح نیکی کو بڑھاتی ہے اسی طرح شیطانی وساوس کا علاج علم سے ہے۔ اپنے علم پر اعتبار کرے شیطانی وسوسوں پر نہ کرے جیسا کہ مومن یہ جانتا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اب شیطان وسوسہ ڈالتا ہے کہ زکوٰۃ دو گے تو اتنا مال کم ہو جائے گا تو اپنے اس علم پہ بھروسہ کرے کہ اللہ رازق ہے۔ جہاں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے وہ میں وہاں خرچ کروں گا، اللہ مجھے اور دے گا۔ یعنی اس شیطانی وسوسے کا علاج علم ہے جیسا مزید نیکی کرنے کا علاج عمل ہے کہ نیک عمل کرو تو مزید نیکی کی توفیق ہوگی۔

....

''اعلان واخفاء میں اختیار''

''قولہ تعالیٰ: اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ الیٰ قولہ خَیْرٌ لَّكُمْؕ البقرہ:271

ترجمہ: اگر تم ظاہر کر کے دو صدقوں کو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفا کرو اور فقیروں کو دے دو تو اخفا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔

اس میں یہ مسئلہ ہے کہ عمل کے اعلان واخفاء میں اختیار ہے اور ساتھ ہی اخفاء کی فضیلت بھی ہے جب اعلان میں کوئی خاص مصلحت نہ ہو''۔

....

فرمایا: فرماتے ہیں کہ نیکی کا اعلان کر کے کرنا یا چھپا کر کرنا دونوں درست ہیں وقت کی مصلحت کے اعتبار سے۔ اگر یہ امید ہو کہ میں یہ عمل لوگوں کے سامنے کروں گا تو دوسرے بھی اس کو اختیار کریں گے تو دکھا کر کرنا اچھا ہے اور اگر یہ امید ہو کہ میں یہ کروں گا تو لوگ مجھے نیک سمجھیں گے تو یہ ریاء بن جائے گا لہٰذا چھپا کر کرنا اچھا ہے یعنی دونوں طریقے اچھے ہیں لیکن اپنی اپنی ضرورت کے اعتبار سے۔

....

''تدبیر میں زیادہ مبالغہ نہ کرنا''

''قولہ تعالیٰ: لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ البقرہ:272

ترجمہ: ان کو ہدایت پر لے آنا کچھ آپ کے ذمہ نہیں۔

اس میں اس پر دلالت ہے کہ کسی کے زیادہ درپے نہ ہو اور تدبیر میں زیادہ مبالغہ نہ کرے۔ (کیونکہ عدم تصدق علی الکفار کا بطور تدبیر کے حضور ﷺ نے امر فرمایا تھا)''۔

....

فرمایا: شیخ کے لئے اس میں ہدایت ہے کہ وہ یہ نہ چاہے کہ فلاں طالب کے مراقبات بہت زیادہ ہو جائیں فلاں کے کم رہیں۔ نہیں! یہ اس کا کام نہیں ہے یہ اللہ کا کام ہے۔ وہ سب پر ایک جیسی توجہ کرے، ایک جیسی نظر کرے، ایک جیسی محنت کرے، آگے معاملہ بندے اور اللہ کا ہے کہ وہ کس کو کیا دیتا ہے۔

....

''اخلاص اور ارادہ ثواب میں تنافی نہ ہونا''

''قولہ تعالیٰ: وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِؕ البقرہ:272

ترجمہ: اور جو کچھ خرچ کرتے ہو اپنے فائدے کی غرض سے کرتے ہو۔ تم اور کسی غرض سے خرچ نہیں کرتے بجز رضا جوئی ذات پاک حق تعالیٰ کی۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہو اس میں دلیل ہے اس پر کہ ثواب کا قصد کرنا خلوص لِلّٰہ کے منافی نہیں۔

....

فرمایا: یعنی اللہ کے لئے خرچ کر رہا ہے اور نیت یہ ہے کہ ثواب بھی ملے گا تو بات ایک ہی ہے۔ یہ اس کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل صوفیوں نے جو برائے نام صوفی ہیں سمجھ رکھا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ جی میں دے رہا ہوں لیکن مجھے ثواب بھی نہیں چاہئے۔ اسے یہ بڑی نیکی سمجھتے ہیں کہ میں جو کام کر رہا ہوں مجھے ثواب نہیں چاہئیے اور ثواب کی خواہش نہ رکھنے کو نیکی سمجھنا جہالت ہے۔ فرمایا، ثواب بھی اللہ کی رضا کا ہی مظہر ہے۔

....

''مشتغل بالآخرۃ کے لئے ترک اسباب معیشت کا افضل ہونا''

''قولہ تعالیٰ: اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الخ البقرہ:273

ترجمہ: مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں۔

اس میں اصل ہے کہ فقیر مشتغل بالآخرۃ کو اسباب معیشت کا ترک کرنا اولیٰ ہے اگرچہ اشتغال وکسب میں کچھ تنافی بھی نہیں''۔

....

فرماتے ہیں کہ جس پر اس قدر آخرت غالب آجائے کہ اسے ہر وقت وہی خیال رہے تو اگر اس سے اسباب چھوٹ بھی جائیں تو خیر ہے لیکن جب تک حواس ساتھ دیتے ہیں ترک سبب توکل کے منافی نہیں ہے اور یہی مشکل کام ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کرتے اور اللہ نے روزی دے دی تو یہ آسان سا کام ہے۔ ہم محنت بھی کرتے ہیں، اجرت ملتی ہے، کھانا کھاتے ہیں پھر یہ سمجھنا کہ میری محنت تو محض اللہ کی اطاعت تھی رزق اللہ نے ہی دیا ہے میری محنت کا ثمر نہیں، یہ اس سے مشکل کام ہے۔

....

''عوام سے ممتاز نہ رہنے کی فضیلت''

''قولہ تعالیٰ: يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ الخ البقرہ:273

ترجمہ: ناواقف ان کو تونگر خیال کرتا ہے۔

اس میں اصل ہے اس کی کہ ایسی کوئی خاص وضع نہ بنائے جس سے عوام یعنی اہل دنیا سے ممتاز ہو''۔

....

یہ صدقات اور زکوٰۃ کے حکم کی تفصیل ہے کہ بعض اللہ کے ایسے بندے ہیں جو لوگوں سے مانگتے بھی نہیں ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے تو ضرورت ہی نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو تلاش کر کے زکوٰۃ دی جائے، زکوٰۃ صدقات ان کو پہنچائے جائیں۔ فرماتے ہیں اس آیت میں اس بات کی بھی اصل ہے کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے خاص وضع نہ بنائی جائے۔ بندہ ایسے حلیے نہ بناتا پھرے کہ اوپر ایک چوغہ پہن لیا، اوپر ایک رومال باندھ لیا، اوپر ایک عینک لگالی یعنی پیری فقیری کے لئے حلیئے بنانا ممنوع ہے۔ اپنے اصل حال میں یعنی جس میں زندگی گزارتا ہے اسی میں رہے۔

....

''انتظام معاش اور طریق میں تنافی نہ ہونا''

''قولہ تعالیٰ: فَاكْتُبُوهُ البقرہ:282

ترجمہ: اس کو لکھ لیا کرو۔

اس میں ثبوت ہے اس کا کہ معاشرت وعادات کے نظام کی اصلاح طریق کے منافی نہیں''۔

....

یعنی اللہ کریم نے فرمایا جو لین دین کرو اسے لکھ لیا کرو۔ اس میں اس بات کی اصل ہے کہ معاشرے کا جو نظام ہے، جو طریق ہیں اور قدرت نے انسانوں میں تعلقات کا جو ایک نظام بنا دیا ہے اس پر قائم رہنا تصوف اور سلوک کے منافی نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔

....

''قلب کا مدار اصلی ہونا''

''قولہ تعالیٰ: فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ البقرہ:283

ترجمہ: اس کا قلب گنہگار ہوگا۔

اس میں دلالت ہے اس پر کہ اصل مدار قلب پر ہے''۔

....

فرمایا: جب تک قلب میں حیات نہیں آتی جسم کی حیات کا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ زندہ ہے یا مردہ برابر ہے۔ جب تک کوئی کام قلبی خلوص سے نہیں کیا جاتا وہ بظاہر عبادت بھی ہے تو اس کا کچھ حاصل نہیں۔ فرمایا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ اس آیہ کریمہ میں اس کی بنیاد ہے کہ قلب ساتھ نہ ہو تو کسی نیکی کا کوئی اعتبار نہیں حالانکہ وہ گناہ ہاتھ سے کرتا ہے یا پاؤں سے کرتا ہے یا بدکاری زبان سے کرتا ہے یا بدنظری آنکھوں سے کرتا ہے یا ذہن کو خراب سوچوں میں لگاتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے گناہ گار اس کا قلب ہوگا اس کا مطلب ہے اعمال کا اصل مدار قلب پر ہے۔ نیکی ہوتی ہے تو اس سے قلب کو بھی جلا ملتی ہے۔ برائی ہوتی ہے تو اس سے قلب پر تاریکی آتی ہے اور قلب

ساتھ نہ ہو تو کسی عمل کا کوئی اعتبار نہیں۔

....

"تحقیق حکم اعمال قلب"

"قولہ تعالیٰ: وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ الخ البقرہ:284

ترجمہ: اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے۔ الخ۔

اس میں تحقیق ہے حکم اعمال قلب کی"۔

....

فرمایا: اس میں تاکید کا حکم ہے کہ اپنے قلب پر ہر وقت دھیان رکھے اور یہ دیکھے کہ قلب کس طرح جا رہا ہے۔ صرف ہاتھ پاؤں کی نگرانی نہ کرتا رہے بلکہ یہ دیکھے کہ دل کس طرف جا رہا ہے اس کے اعمال کی تحقیق کرے۔

....

"عقیدت میں اولیاء کے درمیان تفریق کرنا"

"قولہ تعالیٰ: لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ البقرہ:285

ترجمہ: ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔

اس پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اولیاء میں بھی تفریق نہ کرے کہ ایک سے اعتقاد رکھے دوسرے کا انکار کرے"۔

....

فرمایا: یعنی اہل اللہ میں بھی تفریق نہ کی جائے۔ سب اچھے ہیں۔ سب سے عقیدت رکھی جائے لیکن اتباع اپنے اپنے شیخ کا ہو گا۔ جس طرح تمام نبیوں پر ایمان ہے لیکن اتباع اپنے نبی کا ہو گا اب اگر کوئی چاہے ابراہیمؑ بھی نبی تھے۔ میں ان کی شریعت پر عمل کروں یا حضرت موسیٰؑ بھی نبی تھے میں ان کی شریعت پر عمل کروں یا حضرت عیسیٰؑ کو بھی مانتا ہوں ان کی شریعت پر عمل کروں تو عنداللہ یہ منظور نہیں ہو گا۔ عمل اپنے نبی کی شریعت پر ہو گا۔ اس طرح سب اہل اللہ کا احترام کرے لیکن اتباع اپنے شیخ کا کرے گا۔

....

"رعایت حال طالب"

"قولہ تعالیٰ: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا البقرہ:286

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔ اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ میں حالِ طالب کی رعایت رکھنا چاہئے"۔

....

فرمایا: یعنی مجاہدے میں طالب کی جو ہمت ہے اس کی رعایت رکھے۔ شیخ کو چاہئے کہ ہر طالب کو اتنا مجاہدہ بتائے جتنی اس کی ہمت ہے۔

....

"ترقی کی انتہا نہ ہونا"

"قولہ تعالیٰ: اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ الخ البقرہ:285

ترجمہ: اعتقاد رکھتے ہیں رسول الخ

باوجود آپ ﷺ کے کامل اکمل ہونے کے آپ ﷺ کے لئے ایمان بمعنی کمال زائد کا حکم فرمانا اس پر دلیل ہے کہ ترقی کی انتہا نہیں"۔

....

فرمایا: اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ رسولؐ تو کامل اکمل ہوتا ہے تو پھر وہ بھی اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کا مطلب ہے سلوک میں ترقی، قرب الٰہی میں ترقی کی کوئی انتہا نہیں۔

....

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب وحکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر
Cholestro Care — Rs.200 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو
Pain Go — Rs.100 — مالش کے لیے
ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil — Rs.500 — بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez — Rs.30 — کھانسی کیلئے گولیاں

کیوریکس
CUREX — Rs.175 — جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
کھانے کے لیے

Detergent Super Wash — Rs.75

Shampoo Hair Care — Rs.100

0321-6569339

ملنے کا پتہ:- دار العرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ' لاہور فون 042-35182727

کارِ تجدید و احیائے دین

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

بے شک ہم نے یہ قرآن اتارا ہے اور ہم خود ہی اس کے نگہبان ہیں۔ (الحجر۔9)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اس اعلان کے بعد تحریفِ قرآن تو شیاطینِ جن و انس کے لئے ممکن نہیں لیکن ہر دور میں شیطانی قوتوں کی حتی الامکان یہ کوشش رہی ہے کہ تحریفِ معنوی کی صورت میں تعلیماتِ قرآنی اور دین الٰہی کو اصل صورت پر باقی نہ رہنے دیا جائے۔ حفاظتِ قرآن کے اس اعلان کو اگر الفاظ تک محدود سمجھ لیا جائے تو یہ صرف جزوی حفاظت ہوگی جو حفاظتِ الٰہیہ کے دعویٰ کو سزاوار نہیں۔ اس دعویٰ سے مراد حفاظتِ کلی ہے جس میں الفاظ و معانی دونوں شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک نہ صرف کلام الٰہی کے ایک حرف یا شوشہ میں دست برد ممکن نہ ہو سکی بلکہ قرآن حکیم کی عملی تشریح آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور حدیث کی صورت میں بعینہٖ محفوظ ہے۔

تاریخ میں ایسی متعدد ہستیوں کا تذکرہ موجود ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے حفاظتِ دین کا کام لیا۔ جب کبھی فکری اور عملی آلائشوں کے ذریعے دین کو مسموم کرنے کی سازش ہوئی تو ان نفوسِ قدسیہ نے دین کو ہر ایسی آلائش سے پاک کیا۔ ہر دور میں وقت کے تقاضوں کے مطابق اس کارِ تجدید و احیائے دین کی صورت مختلف نظر آتی ہے جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلام کے حقیقی نظامِ خلافت کا احیاء کیا تو حضرت امام غزالیؒ نے دین کو یونانی فلسفہ اور علومِ عقلیہ کی دراندازی سے پاک کرتے ہوئے نہ صرف عقائد بلکہ جزئیاتِ دین تک کو اپنی بلند پایہ تصانیف میں ضبط کر دیا۔ مجدّدین کے تذکرہ میں ائمہ اربعہؒ اور حضرت غوثِ اعظمؒ جیسی ہستیوں کے اسمائے گرامی شامل ہیں لیکن جب برصغیر کا تذکرہ آتا ہے تو یہاں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات علمی اور عملی جہتوں میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ انہیں مکمل تجدید و احیائے دین کہا جا سکتا ہے۔ حضرت جیؒ نے ان کے بارے میں فرمایا:

> ''امام ربانی حضرت مجدّد الف ثانیؒ جن کی بدولت آج ہم مسلمان ہیں، اگر ان کو اللہ تعالیٰ ہندوستان کی سرزمین میں پیدا نہ کرتا، ہاں ان کے علاوہ اور صاحبان بہت ہیں لیکن ظاہری صورت یہ ہے کہ ہم بڑی بڑی لٹیں رکھ کر، رنگدار کپڑے پہن کر، دیویوں اور مورتیوں کے سامنے بیٹھ کر رام رام کر رہے ہوتے۔ کفر کی گود میں جو حکومت پل رہی تھی، اسے نکال کر اسلام کی گود میں لائے۔''

دوسرا نام حضرت شاہ ولی اللہؒ کا ہے جن کے کارِ تجدید کا تعلق دین کے اس شعبہ سے ہے جسے احسان، سلوک، طریقت یا تصوّف کہا جاتا ہے۔ تزکیۂ باطن کے اس اہم شعبہ کا دارومدار برکاتِ صحبتِ نبوی ﷺ پر ہے جن کی تقسیم و ترسیل کے لئے ایک عظیم باطنی نظام ہمہ وقت مصروفِ کار ہے۔ آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشی ہمیشہ کی طرح آج بھی جاری ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قلوب براہِ راست منور ہوئے تو آج نبیٔ رحمت ﷺ اور ہمارے درمیان برزخ کا پردہ حائل ہے جو نگاہِ بصیرت کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے تقسیم برکات کے اس نظام کو بیان کیا، تکوینی امور کے اسرار سے پردہ اٹھایا اور ملاء اعلیٰ کی بات کی۔ آقائے نامدار ﷺ سے کلام اور تعلیم کی سعادت نصیب ہوئی تو ہر خاص و عام کے سامنے اس کا اظہار کر دیا۔ اپنی تحریروں میں وہ سربستہ راز افشاء کر دیئے جنہیں اس سے قبل صرف خواص تک محدود رکھا گیا تھا اور یہ شاید آنے والے دور کی ضرورت تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد مادیت کے دور کا آغاز ہوا۔

مادیت کو روحانیت کی ضد کہا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر میں مادہ پرستی کی روش نے سب سے زیادہ دین کے شعبۂ احسان کو متأثر کیا۔ دانشوری کے نام پر برکات کی نفی کی جانے لگی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اپنی اپنی زبان میں ادائیگیٔ نماز اور مصحفِ قرآنی کے بغیر خود ساختہ تراجم کے مطالعہ جیسے ابلیسی نظریات کی تشہیر کی گئی۔ منبعِ برکات چونکہ آقائے نامدار ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، نفیٔ برکات کے ساتھ ساتھ حیات النبی ﷺ کا بھی انکار کیا جانے لگا جو عصرِ حاضر کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔

حضرت جیؒ ایک عالم بے بدل تھے۔ آپؒ نے اس غارت گرِ ایمان فتنہ کے مضمرات کو دیکھتے ہوئے علمی اور عملی، دونوں میدانوں میں صرف دفاعی ہی نہیں بلکہ جارحانہ مقابلہ کیا۔ حضرت جیؒ کی یہ جدوجہد تین جہتوں پر پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ آپؒ نے ملک بھر کے دورے کئے اور مساجد و مکاتب میں حیات النبی ﷺ کے موضوع پر خطابات فرمائے۔ آپ کی محافل میں اسی موضوع پر گفتگو ہوتی اور علماء کے ساتھ خصوصی مجالس میں علمی دلائل کے ذریعے ان کے اشکال دور فرماتے۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں حضرت جیؒ کی فکر اور ترجیح کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ نے شمالی علاقہ جات اور صوبہ سرحد و بلوچستان کے آخری دوروں میں، حتیٰ کہ لنگر مخدوم میں اپنی زندگی کے آخری خطاب میں جماعت کو وصیت کی صورت میں ہدایات دینے سے قبل اسی موضوع پر خطاب فرمایا۔ حضرت جیؒ کی آخری تصنیف ''حیات النبی ﷺ'' بھی اسی موضوع پر ہے جس کے متعلق آپؒ کا فرمان ہے کہ یہ کتاب لکھنے کے لئے خاص طور پر مشائخؒ کی طرف سے آپؒ کو مامور کیا گیا۔ اس وقت حضرت جیؒ کی یہ تصنیف اس موضوع پر سند اور ایک حوالہ جاتی کتاب (Reference Book) کا مقام رکھتی ہے۔

تعلیمات کے ساتھ ساتھ جب تک عملی ثبوت پیش نہ کیا جائے، بات منوائی نہیں جا سکتی۔ ایک طرف حیات النبی ﷺ کا انکار کیا جا رہا تھا تو اس کے مقابل حضرت جیؒ نے اعلان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ سے حدیث صحیح کرا سکتا ہوں۔ گذشتہ صفحات میں دو ایسی حدیثوں کا تذکرہ موجود ہے جن میں سے ایک حدیث کا مفہوم آپؒ نے نبی کریم ﷺ سے سمجھا تو آپؒ کی بیان کردہ دوسری

حدیث کے مفہوم کی توثیق فرمائی گئی۔ایسے واقعات قرونِ اولیٰ کی تاریخ میں شاذ ہی ملتے ہیں یا پھر حضرت جیؒ کے ہاں نظر آئے۔

1980ء میں حیات النبی ﷺ کے موضوع پر سرگودھا میں آپؒ نے طویل خطاب فرمایا' مختلف کتابوں کے حوالے دیئے اور علمی دلائل کے بعد آخر میں فرمایا:

''اگر کوئی دلائل کو نہیں مانتا تو وہ میرے پاس آجائے۔ میں اس کو حلال وطیب غذا کھلاؤں گا' دو وقت ذکر کراؤں گا اور وہ چھ ماہ کے اندر خود دیکھ لے گا کہ حضور ﷺ روضہ اطہر میں زندہ ہیں اور امت کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔''

اس دور کی ضرورت بھی یہی تھی کہ حیات النبی ﷺ کے اثبات میں قرآن' حدیث اور علمی دلائل کے ساتھ ساتھ اس کا عملی ثبوت بھی امتِ مرحومہ کے سامنے پیش کر دیا جائے تا کہ اس اعتقادی فتنہ سے ایمان محفوظ رہ سکے۔حضرت جیؒ کو دربارِ نبوی ﷺ میں مستقل حضوری نصیب ہوئی' اہم امور میں رہنمائی فرمائی گئی اور کلام کی سعادت ملی۔تاریخ تصوف کے دیگر واقعات کی طرح اسے بھی آپؒ کی ذاتی کرامت قرار دیا جا سکتا تھا لیکن تکمیل ثبوت کے لئے حضرت جیؒ نے تقسیم برکاتِ نبوی ﷺ کو اس طرح عام کیا کہ آپؒ کی صحبت میں حاضر ہونے والا ہر شخص نوازا گیا اور ولایت خاصہ کے ساتھ لوٹا۔آپؒ نے احبابِ سلسلۂ عالیہ کی تربیت فرما کر ایسے افراد تیار کئے جنہیں عالم بیداری میں دربارِ نبوی ﷺ میں حاضری نصیب ہوئی اور وہ آقائے نامدار ﷺ کے دستِ اقدس پر روحانی بیعت سے مشرف ہوئے۔حضرت جیؒ کے ساتھ ان احباب پر مشتمل ایک کثیر جماعت کا وجود حیات النبی ﷺ کا وہ عملی ثبوت تھا جو دورِ حاضر میں پیش کیا گیا۔

دربارِ نبوی ﷺ سجا ہوا ہو آپ ﷺ جلوہ افروز ہوں۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اکابر اولیاء کرامؒ اس دربار میں حسبِ مراتب مسند نشین ہوں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روحانی ناظم الامور کا عہدہ سنبھالے نظر آئیں۔دربان کے فرائض کی بجا آوری پر غوث مامور ہوں۔اس کرۂ ارض پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کی طرف آقائے نامدار ﷺ کی توجہ نظر آئے' فیصلوں کا صدور ہو اور سلسلۂ عالیہ کے خدام عالم بیداری میں روحانی طور پر وہاں موجود اس کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔کیا اس کے بعد بھی حیات النبی ﷺ سے انکار کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے!کیا صدیوں میں حیات النبی ﷺ کے عملی ثبوت کی اس عموم کے ساتھ یہ صورت کہیں نظر آتی ہے؟ایسے بلند مرتبت اہل اللہ کا تذکرہ تو ملتا ہے جنہیں یہ مقام حاصل تھا لیکن متبعین بھی نوازے جائیں!یہ حضرت جیؒ کا خصوصی امتیاز ہے جو اس دور میں سلسلہ عالیہ کے حصہ میں آیا۔

اس دور میں تصوف' جمود اور بے عملی کی علامت بن چکا تھا اور اسے دین کے نام پر زندگی کے حقائق سے فرار کا آسان ترین راستہ سمجھ کر اختیار کیا جا رہا تھا۔یہ دیکھ کر بعض مکاتب فکر نے تصوف کو ''مذہبی افیون'' تک کہہ دیا۔حضرت جیؒ نے اس عمومی غلط فہمی کو دور کیا اور دنیا کے سامنے حقیقی اسلامی تصوف پیش کیا جو سراپا عمل اور ابلیسی قوتوں کے خلاف جدوجہد کا نام ہے۔آپ نے گوشہ نشینی کی بجائے اجتماعیت کا درس دیا اور تصوف کو عملی طور پر ایک تحریک کی صورت میں پیش کیا۔

حضرت جیؒ نے تصوف کے بارے میں اس باطل نظریہ کی بھی تردید فرمائی کہ شریعت اور طریقت ایک دوسرے سے الگ ہیں۔اس کے برعکس آپؒ نے یہ تعلیم عام کی کہ اتباعِ شریعتِ مطہرہ ﷺ کے بغیر طریقت ممکن ہی نہیں۔آپؒ نے تصوف واحسان کو شریعت کا نچوڑ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ شریعت

بیج کی مانند ہے اور طریقت اس کا ثمر جب بیج ہی نہ ہوگا تو پھل کہاں سے آئے گا! اس طرح حضرت جیؒ نے تجدید و احیائے تصوف کے ذریعے دین کے اہم ترین شعبہ ''احسان'' کا اصل نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

حضرت جیؒ کی پوری زندگی میں ایک مجاہدانہ شان نظر آتی ہے۔ ایک تبلیغی دورے میں آپؒ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ اپنے علاقے میں قادیانیوں سے مقابلہ پیش آیا تو نہ صرف دلائل کی زبان سے بلکہ طاقت کے بھرپور مظاہرے سے ان کی بیخ کنی فرمائی۔ تبلیغی دوروں پر نکلتے تو مسلح سفر کرتے۔ تاریخ تصوف بھی یہی ہے کہ جب تک طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں اسلامی حکومتیں، علماء وقت اور عوام برسرِ پیکار رہے، اہل اللہ کی جماعت تزکیہ نفس کا فریضہ انجام دیتی رہی لیکن جب یہ تمام حصار ٹوٹ گئے تو باطل کے سامنے خود سینہ سپر ہوگئے۔ عصر حاضر کی بھی یہی ضرورت تھی۔ حضرت جیؒ نے اپنی جدوجہد کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''یہ محض اس واسطے کر رہا ہوں کہ الحاد اور بے دینی جو کہ آقائے نامدار ﷺ کے دین کو تباہ کرنا چاہتی ہے، الحاد اور بے دینی اور سوشلسٹ، ان کی روک تھام کے لئے ہمارے پاس جماعت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولان کی جماعت ایسی ہو جائے کہ دنیا کہے، ہاں ایسے مسلمان ہوتے ہیں۔''

حضرت جیؒ نے جس تصوف کی تعلیم دی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا مضبوط تعلق قائم کرنے کا نام ہے جس کے بعد انسان حق و باطل کے مقابلے میں وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (اور وہ کنکریاں جو آپ ﷺ نے پھینکیں، وہ آپ ﷺ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکیں) کی عملی تصویر بن جاتا ہے۔ یہ سلسلہ عالیہ کا تحریکی پہلو تھا جو اس وقت ''الاخوان'' کی صورت میں اجاگر نظر آتا ہے۔

حضرت جیؒ نے تجدید و احیائے تصوف کا جو کام سرانجام دیا، اس کے متعلق آپؒ کا فرمان ہے:

''تصوف کا مالہٗ ماعلیہٗ نفع نقصان، اچھائی برائی، ساری چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع کر دیا ہے، میں سمجھتا ہوں۔ صحیح اسلامی تصوف چھانٹ کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ مشائخ سے جو چیز آرہی تھی، اس میں کچھ چیزیں میں نے دیکھی ہیں کہ نقصان دہ ہیں، ان کو کاٹ دیا ہے۔ رضائے الٰہی کا راستہ صحیح جو ہے، سارے کا سارا، وہ پیش کر دیا ہے۔''

مادیت سے پریشان انسانیت اس وقت روحانیت کی تلاش میں ہے اور اس کے دردِ دل کا علاج بجز برکات نبوی ﷺ ممکن ہی نہیں۔ جہاں کفر و الحاد کے گھٹا ٹوپ اندھیرے امڈتے چلے آرہے ہیں وہاں ذکر و فکر کی روشنی بھی روز افزوں ہے۔ حضرت جیؒ نے سلسلۂ عالیہ کے احیاء کی صورت میں جو جماعت تیار کی وہ آج کرۂ ارض پر برکاتِ نبوی ﷺ کی ترسیل کا زندہ ثبوت ہے۔ اس وقت کوئی لمحہ ایسا نہیں جب سلسلۂ عالیہ کے متوسلین کرۂ ارض پر کہیں نہ کہیں اللہ اللہ نہ کر رہے ہوں۔ حضرت جیؒ کے قائم کردہ مرکز ''دارالعرفان'' سے سلسلہ عالیہ کے شیخ حضرت امیر المکرم انٹرنیٹ کے ذریعے سالکین کو ذکر کراتے ہیں جو دنیا بھر میں ایک ہی وقت میں برکات نبوت ﷺ سے مستفید ہو رہے ہوتے ہیں۔ اللہ اللہ کی یہ صدائیں اب بڑھتی ہی رہیں گی۔ آج

سلسلہ عالیہ، کرۂ ارض پر برکاتِ نبوی ﷺ کی ترسیل کا زندہ ثبوت ہے اور مادیت کے اس دور میں تزکیۂ قلوب اور باطنی تربیت کا عمل مسلسل جاری ہے۔ بقول حضرت جیؒ:

"اس مرکز کو ظہورِ مہدیؑ تک قائم رہنا ہے۔ یہ جماعت خوب پھیلے گی اور حضرت مہدیؑ کی نصرت کرے گی، اِنْ شَآءَ اللہ!"

ایک مرتبہ سید نذیر علی شاہؒ کشمیر والے غوث حضرت جیؒ سے روحانی کلام فرما رہے تھے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے دور کے تذکرہ کے بعد انہوں نے فرمایا:

"ایہہ دور ہور آ گیا۔ ایہہ تہاڈے دور تائیں اے تے ایدھے پچھے اک دور ہور آنا اے، وکھرے وکھرے دور این۔ ایہہ دور ای وکھرے وکھرے این۔"

یہ ایک اور دور آ گیا۔ یہ آپ کے دور تک ہے اور اس کے پیچھے ایک دور اور آنا ہے۔ یہ الگ الگ دور ہیں، یہ دور ہی الگ الگ ہیں۔

یہ روحانی کلام دنیائے تصوف کے ایک ایسے دور کی نشاندہی کر رہا ہے جس کا آغاز حضرت جیؒ سے ہوا اور حضرت امام مہدیؑ تک ہوگا۔ اس روحانی کلام کی مزید وضاحت حضرت جیؒ کے اس خواب سے بھی ہوتی ہے جس کا تذکرہ آپؒ نے 1976ء میں چکڑالہ میں فرمایا۔

"میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا حوض ہے جس کے گرد ایک جنگلہ ہے اور اسے تالہ لگا ہوا ہے۔ وہاں ایک شخص ملتا ہے جو مجھے اس تالے کی چابی دیتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کون ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں، میں عبدالقادر جیلانیؒ ہوں۔ میں پوچھتا ہوں، میں یہ چابی کس کو دوں گا تو وہ کہتے ہیں، آپ اسے امام مہدیؑ کو دیں گے۔

اس کے بعد میں وہاں بیٹھ جاتا ہوں اور لوگ آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک نے مختلف برتن اٹھایا ہوا ہے، کسی کے پاس پیالہ ہے تو کسی کے پاس مٹکا۔ میں حوض میں سے ان کے برتن بھرتا جاتا ہوں۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ برتن بھرتے ہوئے کبھی کبھی تھوڑا سا گر بھی جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے خلافِ سنت اعمال کی وجہ سے ہے جو کبھی کبھی سرزد ہو جاتے ہیں۔"

کارِ تجدید میں مجدد کے ساتھ اس کی جماعت بھی تسلسل کا ذریعہ بنتی ہے ورنہ کسی مجددّ کا کام خواہ کس قدر عظیم ہی کیوں نہ ہو، دیرپا اثرات کا حامل نہیں ہو سکتا۔ حضرت جیؒ کے بعد گزرنے والی ربع صدی اس حقیقت کی مظہر ہے کہ حضرت امیر المکرم اور ان کے متوسلین نے تصوف کو دنیا کے سامنے ایک تحریک کی صورت پیش کیا۔ یہ ایک مستقل عمل ہے جو نسل در نسل جاری رہے گا، یہاں تک کہ حضرت جیؒ کے فرامین کے مطابق چشمۂ فیض کی کلید حضرت امام مہدیؑ تک پہنچے، اِنْ شَآءَ اللہ!

حضرت جیؒ کے کارِ تجدید و احیائے تصوف کے بارے میں یہ مختصر باب صرف تمہیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اس موضوع پر وقت کے ساتھ ساتھ مزید بہت کچھ لکھا جائے گا جس کا آغاز مختلف جامعات و اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تحقیقی مقالوں کی صورت میں ہو چکا ہے۔ مستقبل کا محقق حضرت جیؒ کے کارِ تجدید کی مزید جہتوں کا تعین کرتے ہوئے اس کی وسعتوں کا جائزہ لیتا رہے گا۔

effects of environment and it should be a source of beautification and adornment of a person. The above qualities are described for the clothing of the physical body, so it is obvious that the beautification of Ruh is much more important. Human being in essence is actually the Ruh, because the physical body is dependant for its life on it and when it leaves the body the person no longer remains a human being and it becomes merely a dead body. Nobody calls a corpse a human being or a man. This is because the actual being which is called human is the Ruh. Human being in reality is the sum of the spirit and the physical body.

If the physical body is covered and adorned by clothes but the spirit remains uncovered to the evil and without a proper attire then it will not be fair. Therefore, it is stated here that the actual and better dress is the attire of righteousness and good conduct. Righteousness can be defined as developing such a sacred relationship with **Allah**[-swt] so as doing anything against **Allah**[-swt]'s Will becomes a task that is impossible. It is stated that since the real attire for a person is righteousness and purity towards **Allah**[-swt] and **His**[-swt] Messenger[-saws], therefore, one should always stay firm in conduct and should follow the commands of **Allah**[-swt] and **His**[-swt] Messenger[-saws]. How could righteousness be attained? Obviously by following **Allah**[-swt]'s commands and to follow His[-swt]'s commands; the Holy Prophet[-saws] should be followed and obeyed.

It is possible that a person is poor and cannot wear expensive or new dresses and only has old and worn out clothes, he should wear the same old and worn out clothes but they should be clean and reflect sobriety. It is also possible that a person in old and worn out clothes is very beautiful from the spiritual point of view and might be having a very close relationship with **Allah**[-swt].

The Holy Prophet[-saws] once asked from the Companions[-rau] about the status and personage of another Companion[-rau] who was passing by them. They replied that this person is very poor and with a very low social status, so much so, that nobody may entertain his[-rau] request for a marital proposal. The Holy Prophet[-saws] replied that, "in the Court of **Allah**[-swt] this person has such an exalted status that if he[-rau] makes a claim relying on **Allah**[-swt], it will be fulfilled." This was because; in the vision of the Holy Prophet[-saws] it was his attire of righteousness. A heart filled with the love of **Allah**[-swt] and the Holy Prophet[-saws] is the real wealth a person has to possess, وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ and the attire of righteousness is better than everything. ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ These Commands of **Allah**[-swt], the Holy Quran and the sayings of the Holy Prophet[-saws] are the signs of the Greatness of **Allah**[-swt] and all of these are revealed so that people take heed of the complete advice revealed to you.

In the matters of Deen, it is a very surprising fact that anything regarding the orders of Shariah is obligatory for the believers to be practiced completely and in its entirety. There is no such thing as a mere trying to practice the commands of **Allah**[-swt] or to practice it partially, rather it has to be followed and it has to be practiced completely. On the other hand, in the matters of this world we can only try our best to achieve something, for example, earning a livelihood or achieving a particular worldly goal.

TO BE CONTINUED

Allah[-swt] by observing the signs within Allah[-swt]'s creations and to cognise the fact that Allah[-swt] is the Only One and there is nobody worthy of being their Lord except Him[-swt]. Similarly, Prophets[-as] among the mankind reveal answers to the common men about Allah[-swt] and to bless them with Divine Cognition.

Remember! The difference between the Divine Knowledge delivered by a Prophet[-as] and the knowledge of a worldly scholar is very distinct. The words of the worldly scholars can only manipulate and affect the mental thoughts of his audience. On the other hand, the words of a Prophet[-as] not only affect the streams of mental thoughts but also create feelings within the heart, for instance, when a Prophet[-as] states to the believers that Allah[-swt] is the Only One, the believer gets the same feelings of the unity of Allah[-swt] within his heart as well.

The facts which are revealed by the Prophets[-as] infuse the heart of a believer with the spiritual feelings about the said commandments. Indeed such a great blessing of Allah[-swt] to attain the Divine Cognition was also tested very extensively. He[-swt] created the world and created within it a vast variety of attractive and tempting desires. This was in fact the real test for what has been given to the mankind in the form of the ability to attain Divine Cognition, and it would show that whether the bondsmen of Allah[-swt] spend their lives according to His[-swt] Commands or fall in the trap of the worldly desires.

Therefore, Allah[-swt] in the very beginning made it clear that all of you (mankind and jinn) will have to inhabit the world, then death will come to you and eventually everyone shall be resurrected from their graves.

Logically, this life as a testing time should have a natural outcome in the form of a reward or punishment, decided by Allah[-swt] on the basis of the conduct in this world. يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (7:26) 'O' the Children of Adam[-as]! We[-swt] have blessed you with clothes that cover your body and embellish your appearance. وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (7:26) And the best attire is that of righteousness. ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (7:26) And this is from the signs of Allah[-swt] so that people take heed to the righteous advice. This was the main advice to the mankind from Allah[-swt], that I[-swt] have blessed you with clothes so that you can cover yourselves.

The Satan adopted the way of shamelessness and deceived Hadhrat Adam[-as] and Hadhrat Eve[-as] to eat from the forbidden tree which resulted in revealing their bodies to each other. Here in this regard the significance of clothes is emphasized. There are two benefits of clothes; 1) It covers the body, and protects it from the effects of the external environment, and 2) It embellishes the appearance of a person and beautifies the outlook. Therefore, every dress should have the above qualities, namely, covering, protection from the effects of environment and beautification. This is not essential that all people should wear expensive dresses, but it should naturally reflect the status of the person. According to Hadith, dress and lifestyle of a person is the way a person can praise Allah[-swt]'s Mercy, because it will let others recognise the extent of Allah[-swt]'s favours.

The basic quality of attire is the cover. This is why a tight dress is equal to nakedness. The dress should be comfortable to the body, it should protect the body from the

The Attire of Piety

Translated Speech of His Eminence

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar-ul-Irfan, Munara Dated: January 21[st], 2011

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٢٥﴾ يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا
وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾ يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا
أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا ۗ إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا
تَرَوْنَهُمْ ۗ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٧﴾ وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا
وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ
وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا
حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾ يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا
زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾

At the time of sending Hadhrat Adam[-as] to the earth, **Allah**[-swt] stated, قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (7:25) that all of you, including human beings and the jinn, will live your worldly life on earth and then you will face death and thereafter you will be resurrected from the earth on the Day of Judgment.

Allah[-swt] almighty created this system of the universe and within it **He**[-swt] created **His**[-swt] most exalted and beautiful creation, i.e., the mankind. Man has been given the status of the 'Superb Creation' among all the creations, لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (95:4) that 'man has been created on the best lines of creative design', whether it is his physical structure and function or mental capabilities and potentials. From every aspect man is created as the best amongst **Allah**[-swt]'s creations. The single most distinguishing feature given to man is the potential to obtain the Divine Cognition. This capability is only blessed to mankind amongst the countless other creations, and this is the reason that except man, no other creation has been blessed with Prophethood.

The Prophethood is such a great blessing of **Allah**[-swt] which has enabled the ordinary men like us to attain the Divine Cognition. **Allah**[-swt] has created angels from the Divine Lights and they are inherently and instinctively full of righteousness, obedience, continuous zikr and worship. Still they merely obey the commands and praise to **His**[-swt]' Mercy, but cannot dare to fathom the beauty of their Lord. They cannot question as to how and who is their Lord, because they aren't blessed with this potential.

Man on the other hand is given the ability to comprehend the Omnipotence of

In Chakrala's obstinate culture, perhaps there was no answer more befitting than this for an objector with no knowledgeable proof, but that did not satisfy Hazrat Ji-rua. He went ahead and held an assembly at the Shi'a centre and gave a simple but detailed explanation of the issue of Bagh-e Fadak, and also answered Jafar Shah's objection. No one had the courage to entangle with this valiant landlord from the Sarjal Clan whose arguments were weighty and strength of arms tested many times. The news of this incident spread throughout Chakrala and its environs and Hazrat Ji-rua gained a reputation in the entire area not only as a renowned Alim, but also as an able debater.

Before this incident there was a tradition in Chakrala since many years, that in the month of Muharram, Manazaray were held between the Ahl-e Sunnat and Ahl-e Shi'a with the participation of outside speakers. Mahmood Shah Hazarwi Sahib was often invited to represent the Ahl-e Sunnat, but he stopped coming to Chakrala after he was violently assailed by the opposing faction. However the Shi'a assemblies continued, with their speakers being brought from as far as Lucknow.

When Hazrat Ji-rua returned to Chakrala, as usual the Ahl-e Shi'a invited a speaker from outside, who, noting the absence of an opponent, vehemently criticized the Ahl-e Sunnat. It was his misfortune, that Hazrat Ji-rua was present that day in Chakrala, and the incident with Jafar Shah had recently taken place. Hazrat Ji-rua attended the assembly's next session. He came armed with his reference books, which he placed on a nearby cot. When the session of objections commenced, Hazrat Ji-rua stood up and started replying to the speaker's criticisms, but when the speaker refused to accept the validity of Hazrat Ji-rua's reference, he took out the relevant reference and gave him the book to read. Despite reading the passage, the speaker turned to the crowd and said, 'The reference quoted by Maulvi Sahib is not present anywhere in the book.'

This blatant lie by the speaker in broad daylight astounded Hazrat Ji-rua. He calmly took back his book, suddenly turned and hit it on the speaker's neck. The attack was sudden, unexpected and effective, in bewilderment he fell to the ground and then Hazrat Ji-rua gave him a sound beating by kicking and boxing him. When the Shi'a following started to get up in his defence, Hazrat Ji-rua's followers got up as well. Sultan Surkharu, who has been mentioned earlier, shouted a warning to the assembly, "If anyone raises his head I will blast it with a bullet." Hazrat Ji-rua's Sarjal clan was also with him, who though not his followers in religion, were foremost in tribal pride. They jumped up to rally behind him. Under the circumstances, nobody had the courage to oppose them.

Hazrat Ji-rua returned from the meeting leaving a clear message for the residents of Chakrala, that one could engage in intelligent discourse with him, but he would not tolerate abuse and ill manners.

Thereafter Hazrat Ji-rua was invited to speak wherever a Manazara was held in the area. His ignorant opponents were terrified at the mention of his name. They knew very well that they stood no chance against him without backing their argument with knowledgeable reference and proof, and if they raised any unnecessary arguments or objections, it would be impossible to withstand the ferocious assault of this young landlord. Therefore debaters of lesser powers left the arena at the mention of Hazrat Ji-rua's name.

The Shi'a representatives, instead of providing universal literary proofs, commonly resorted to objecting and fault finding which were difficult for the Ulama to counter. If the Ulama provided literary arguments, their reasoning would be beyond the comprehension of the audience of simple villagers. On the other hand the Shi'a opponents would resort to sarcastic comments and use other means to vex them. Hazrat Ji-rua's method was just the opposite.

(To be continued)

the Ahl-e Sunnat, with the exception of one family, which belonged to the Shi'a sect. Every year, this family hosted a Majlis (assembly) and invited speakers from outside their area. Those belonging to the Ahl-e Sunnat also attended the assembly and due to so-called 'tolerance', endured the abusive invective of the speakers against the Sahabah Karam[rau] (Companions of the Holy Prophet[saws]).

Hazrat Ji[rua] was informed when one such Majlis was in session. He immediately sent for Habib Khan, but before he could arrive, set out himself towards his house. At the time he was seething with fury. They met on the way and he vented his anger, 'These speakers use all sort of obscene language in their Majlis against the Sahabah Karam[rau] (Companions) which is not acceptable to anyone with a sense of shame or honour. Habib Khan! In my presence this assembly will not take place.'

Under Hazrat Ji[rua]'s leadership, Habib Khan and a group of rural folk arrived at the Majlis venue. Hazrat Ji[rua], carrying his walking stick, headed the group. Seeing this unexpected state of affairs the speakers dispersed into the darkness of night. The host of the Majlis apologized to Hazrat Ji[rua] and promised that, in future, instead of holding a Majlis at Chak 66, they would go and attend their Majlis at other Ahl-e Shi'a venues. After this incident such Majalis were never convened in the village. This is how it should be; these gatherings need to be convened within their own areas, and should avoid making the presence of a few households, an excuse to vex the differing majority. In any case abusive invective in whatsoever form is absolutely incorrect. This incident of Chak 66 South (Sargodha) took place sometime around 1935. Hazrat Ji[rua]'s debating era commenced roughly fifteen years after this incident, when during the meditation of 'Fana Fir Rasool[saws],' he was assigned the duty of protecting simple folk's Faith against assault from heretics and dissidents. Although this ideal remained the utmost priority of his life, the period between 1950 and 1960 specifically emphasizes this Manazara precedence, in his activities.

After the death of his wife in 1942, Hazrat Ji[rua] moved from Chak 13, Khanewal and had re-established himself permanently in Chakrala. His activities have already been mentioned previously. The Chitti Masjid was his centre for religious activities and for preaching and imparting religious learning. One day, while he was engaged in his normal routine, a Shi'a preacher Jafar Shah, who was a resident of Chakrala, alighted before him. This man had the habit of bringing up the topic of the inheritance of Bagh-e Fadak (the Fadak garden) with every new Maulvi. The simple Maulvis, unfamiliar with the topic, were unable to answer his queries, which would give Jafar Shah the opportunity to boast and expose them publically. He tried the same strategy on Hazrat Ji[rua].

Bringing up the topic of Bagh-e Fadak, he brought out a voluminous book pertaining to his religion, and demanded that Hazrat Ji[rua] read it and refute the objections in it. The antique book, published in Iran and written in classical Arabic without the diacritical marks (signalling vowels) was easy for Hazrat Ji[rua] to read, but impossible for less educated Maulvis; a weakness Jafar Shah always exploited. Hazrat Ji[rua] saw through his move. He also realized that this resident of Chakrala village could not possibly read the text either.

'What kind of an objector are you?' Hazrat Ji[rua] retorted. 'You want me to read the objection and also refute it. It is obligatory for an objector to present the objection himself, then I shall give you my answer.' A brief argument ensued, but as Hazrat Ji[rua] had correctly assessed, it was impossible for Jafar Shah to read the text in Arabic. Hazrat Ji[rua] became furious and picking up the same book landed it on Jafar Shah's head. The book was heavy and the blow effective, he took the blow and took to his heels.

HAZRAT JI^{-rua}'s DEBATING ERA

CHAPTER 11

Means of information keep undergoing constant innovation. Prior to our modern era of mass communication; books, journals and newspapers were important sources of information, however, at the beginning of the 20th century these facilities were not available to the common folk. The general practice among the Ulama (religious scholars) was to communicate through manuscripts, and for ordinary people these thought provoking compositions were the noted means of being informed about religion. However public assemblies were the accepted mode to resolve the confrontation between dissention, heresy, and Truth, in which the opponents were given a fair chance to present their point of view. These debates were called 'Manazaray' (singular: Manazara), which for a long time remained very popular with the masses.

When the Fitnah of Qadiyaniat emerged, two erudite debaters, Hazrat Mehr Ali Shah^{-rua} and Hazrat Ata Ullah Shah Bokhari^{-rua} took up the challenge to confront it. By means of public meetings and Manazray they warned against the malicious and corrupting attack on the Iman (Faith) of simple-minded people by this bunch of liars, and on numerous occasions publicly challenged the false claimant of prophet-hood to a Mubahalah (a religious ritual wherein the two opposing parties jointly invoke Allah's curse on the party in error). Similarly the Manazray held in opposing the Fitnah of Dissension were an important religious necessity of the times.

Hazrat Ji^{-rua}'s debating skills had been already acknowledged during his student days. His addressing style was eloquent, simple, and supported with simple and commonly comprehensible reasoning, yet his delivery was so powerful that it would slice through every false-hood presented. At Dheri Sayyedan, he took part in a Fiqhi (theological) Manazara regarding Salah (Prayer). The topic was the Fiqhi stance on folding or letting the arms hang during the Qiyaam (standing). This event took place in 1932 when Hazrat Ji^{-rua} was studying the Hadees in detail at Dalwal. Accompanied by some students of the Madrissah, he went to attend this Manazara in Dheri Sayyedan. During the Manazara on noticing that the Ahl-e Sunnat nominee, Maulvi Lal Husain Shah (from Dhar Miyal), was unable to supply any answers, he stood up and gave detailed explanation of the topic. This was the first time Hazrat Ji^{-rua}'s debating powwers, method of reasoning and vast knowledge was acclaimed throughout the nation.

Previously a mention has been made about his sense of religious honour, when during his employment he hit the Darogha (jail supervisor) with a heavy bunch of keys because of his demands to pilfer the ration of the prisoners. After the completion of his religious education, Hazrat Ji^{-rua}'s sense of honour and integrity increased exponentially. Although, as yet, he did not participate in public debates, nevertheless he would not tolerate any talk against the pious Companions of the Holy Prophet^{-saws}.

After completing his educative phase, at the request of a friend from his student days, Habib Khan, he stayed for some time at his village in Chak 66 South, Bhalwal, District Sargodha. This was at the beginning of his married life and he was accompanied by his wife. Hazrat Ji^{-rua} had not yet entered the field of Sulook and he was only recognized as a freshly graduated Alim.

The entire population in Chak 66 consisted of

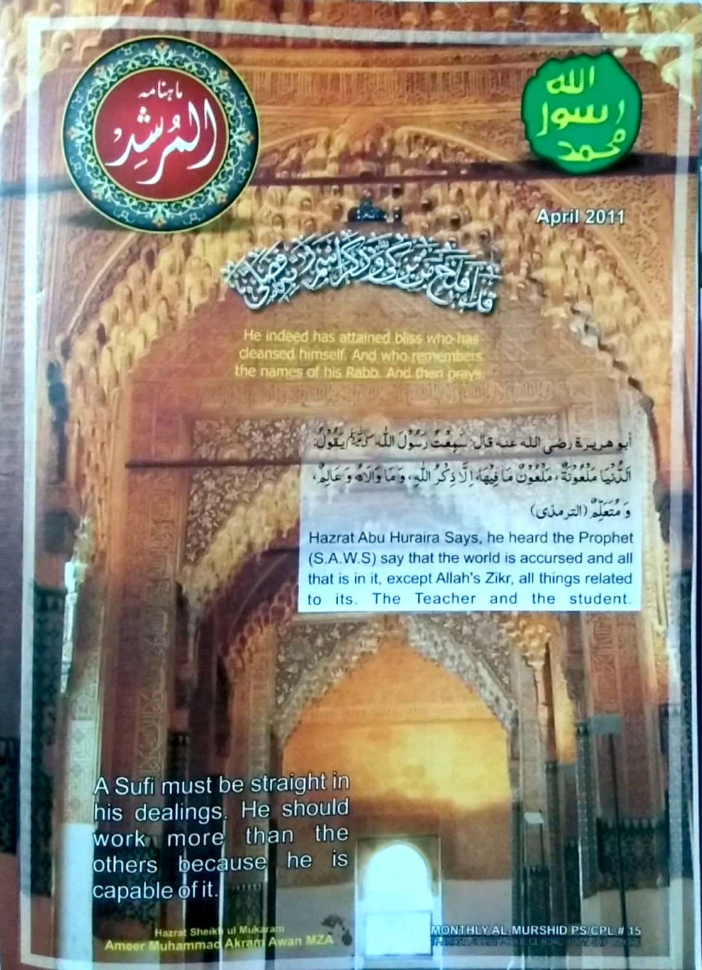
ماہنامہ
المرشد
الله
رسول
محمد
April 2011
قد أفلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى
He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the names of his Rabb. And then prays.
أبو هريرة رضى الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ يَقُوْلُ:
اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا، اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ، وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ،
وَمُتَعَلِّمٌ (الترمذى)
Hazrat Abu Huraira Says, he heard the Prophet (S.A.W.S) say that the world is accursed and all that is in it, except Allah's Zikr, all things related to its. The Teacher and the student.
A Sufi must be straight in his dealings. He should work more than the others because he is capable of it.
Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA
MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255